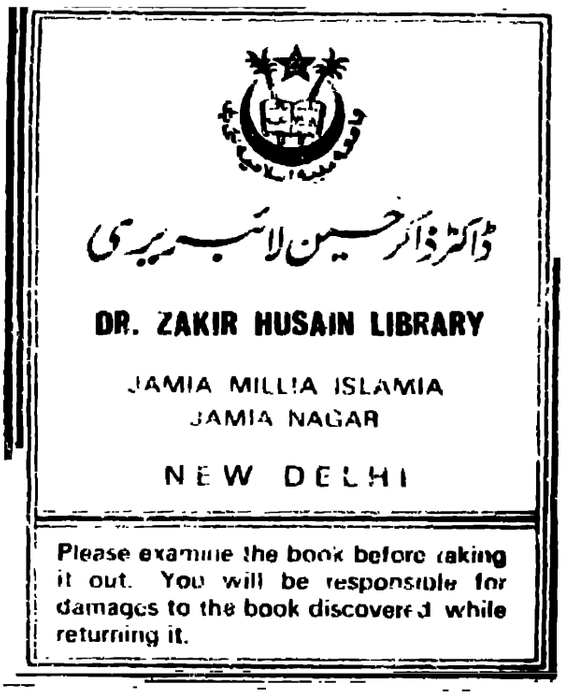
ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری

DR. ZAKIR HUSAIN LIBRARY

JAMIA MILLIA ISLAMIA
JAMIA NAGAR

NEW DELHI

Please examine the book before taking it out. You will be responsible for damages to the book discovered while returning it.

DUE DATE

Cl. No. ___ Acc. No. ___

Late Fine Ordinary books 25 Paise per day. Text Book Re. 1/- per day. Over Night book Re. 1/- per day.

E. T. Leonard (Governor)

1945

تصویر وار [illegible] گرالیسار

بدگمانی اور غیبت [illegible] بڑی جڑ ہے

مسلمانوں کے موجودہ انتشار اور آپس کے جھگڑے خواہ وہ قوم میں ہو یا برادری یا خاندان یا گھروں میں اس کی زیادہ تر وجہ خواہ مخواہ دوسرے کے متعلق بدگمانی کرنا ہوتی ہے اگر تحقیق سے کام لیا جائے تو بہت سے گمان غلط اور بے بنیاد ہوتے ہیں واقعہ کچھ ہوتا ہے اور ہم بدگمانی سے کام لے کر اس کو کچھ کا کچھ سمجھنے لگتے ہیں اور اس طرح آپس میں محبت منقطع ہو کر مخالفت اور مخاصمت پیدا ہو جاتی ہے اور بدقسمتی سے آج مسلمانوں میں بدگمانی کرنے کی عادت روز افزوں ترقی پر ہے اور یہ نتیجہ ہے۔ اس کا کہ ہم اسلامی تعلیم کے مطابق اپنے عزیزوں اور بھائیوں اور دوسروں کے متعلق حسن ظن سے کام نہیں لیتے

غیبت کے متعلق قرآن شریف میں خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کسی مسلمان کی غیبت کرنا ایسا ہے کہ جیسے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا۔ حدیث شریف میں نہ صرف غیبت کرنے والوں کی برائی آئی ہے بلکہ غیبت سننے والوں کو بھی برا بتایا گیا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ آج مسلمانوں کی کوئی صحبت ایسی نہیں ہوتی۔ جہاں کسی نہ کسی مسلمان بھائی کی غیبت نہ کی جاتی ہو۔ حالت یہ ہے کہ جو شخص زیادہ غیبت کرتا ہے اس کی اتنی ہی زیادہ قدر ہوتی ہے۔ بلا صحیح واقعات کی موجودگی کے زیادہ تر بدگمانی اور سنی سنائی باتوں کو باور کر کے قومی کام کرنے والوں کو بدنام کیا جاتا ہے۔ جب تک اصلی واقعات معلوم نہ ہوں اس وقت تک محض سنی سنائی باتوں پر یقین کر کے کسی شخص کے خلاف رائے قائم نہ کیجائے

بہت سی خرابیاں اس وجہ سے پیدا ہوتی ہیں کہ کسی مجلس میں یا تنہا کسی شخص کی گفتگو جو کسی دوسرے مسلمانوں کے خلاف ہوتی ہے سننے والے جا کر سرخرو ہوئے اور اپنے مخصوص تعلقات جتلانے کی غرض سے وہ بات جا کر اس مسلمان سے کہہ دیتے ہیں۔ کہ جس کے خلاف انھوں نے کوئی بات سنی ہو۔ عربی میں اس کو نمامی کہتے ہیں اور حدیث شریف میں نمامی کرنے والے کی مذمت آئی ہے۔ اصلی دوستی اور محبت اور دانش مندی اور مذہبی پابندی یہ ہے۔ کہ اگر کسی شخص کے متعلق کوئی شخص کوئی بات کہے تو اس کی غلط فہمی دور کرنی چاہیئے۔ خواہ اس میں کامیابی ہو یا ناکامیابی دونوں حالتوں میں اس گفتگو کو یہیں ختم کر دینا چاہیئے اور جس شخص کی بابت برائی ہو رہی ہو اس کو کانوں کان خبر نہ دینی چاہیئے۔

حدیث شریف میں کانا پھوسی کرنے کی بھی ممانعت آئی ہے کانا پھوسی کرنے سے دوسرے سننے والے کو بدگمانی ہوتی ہے کہ یا تو یہ گفتگو میرے خلاف ہے اور یا کم سے کم وہ یہ سمجھتا ہے کہ کانا پھوسی کرنے والا مجھکو اپنا دوست اور رازدار نہیں سمجھتا حالانکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ جب کوئی کان میں گفتگو کرنے آئے تو سننے والے کو یہ خیال کرنا چاہیئے

[illegible]

مسلمان اور تبلیغ

عربوں نے ہندوستان میں تبلیغ اسلام کی جو داغ بیل ڈالی تھی اس کو پروان چڑھانے میں ہم کہاں تک حصہ لے رہے ہیں اس کی آبیاری پر کہاں تک توجہ کی ہے اور تبلیغ کے مذہبی فرض سے کس حد تک عہدہ برآ ہو رہے ہیں۔ اگر اس کا مرقع دیکھنا ہو تو [illegible] میں اور ریاستوں میں جایئے اور وہاں کے مسلمانوں کی مذہبی حالت دیکھئے کہتے ایسے مسلمان ہیں جو اسلام کے معمولی عقائد سے بھی واقف نہیں، مذہبی مسائل میں کوئی درک نہیں رکھتے، نہ اُن کے نام اسلامی نام ہیں، نہ ان کی طرز معاشرت، بول چال، یا عادات و اطوار سے اسلامی بو پائی جاتی ہے، مسلمان کہلاتے ہیں، مگر اسلام کی کوئی امتیازی بات نہیں پائی جاتی، جب ہمارے گھر کی حالت یہ ہو تو باہر کی حالت کا کیا پوچھنا۔

یہ ہمارے روزمرہ مشاہدات میں شامل ہے کہ جو مذاہب روحانیت سے [illegible] ہو چکے ہیں اور جن میں کوئی ایسی بات نہیں رہی جو انسان کو اپنی طرف کھینچ [illegible] میں مصروف ہیں انکا مذہبی لٹریچر چھپتا اور لاکھوں کی تعداد میں تقسیم ہوتا ہے، کامیابی ہو یا ناکامی وہ اُن تھک کوششیں کئے جا رہے ہیں اور ایک باقاعدہ تنظیم کے ماتحت تمام تبلیغی کام انجام [illegible] مگر یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ہم اپنے فرض سے غافل ہیں اور ایسے اہم کام سے بے اعتنائی اختیار کر رہے ہیں۔

[illegible]

اصاحب ایم اے ایل ایل ڈی

[redacted] یورپ اور امریکہ میں جہاں تعلیم کے [redacted] کار
یہاں یہ بھی ہے کہ بعض لوگ نئے نئے تعلیمی تجربے کرتے ہیں، پرانے نظام
اور گمراہیوں کی چھان بین کرتے ہیں اور ان کے سدھارنے کی تدبیریں
ہیں۔ سوسائٹی اور اس کی نائب حکومت ان لوگوں کی مدد کرتی ہے اور
بتائی ہوئی تجویزوں پر غور کرتی ہے۔ یہ نہ سمجھئے گا کہ پرانی تعلیم کے سر برا
ان تجویزوں کو جلد قبول کر لیتے ہیں۔ سب کہیں انسان کا قاعدہ ہے کہ اپنی
غلطی کو بڑی مشکل سے مانتا ہے اور ایک ڈگر کو چھوڑ کر دوسری راہ پر بڑی
دیر میں چلتا ہے۔ یورپ اور امریکہ میں پہلے تو لوگ نئے مدرسوں پر ہنستے ہیں مگر
جب عام رائے انھیں پسند کرنے لگتی ہے تو پھر پرانے مدرسوں کو بھی آہستہ آہستہ
اپنا طریقہ بدلنا پڑتا ہے۔ اب رہا ہمارا ہندستان سو یہ تو یورپ سے کہیں بڑھ کر
لکیر کا فقیر ہے۔ یہاں تو ہر نئی چیز کفر اور بغاوت سمجھی جاتی ہے۔ اب سے سوا سو
سال پہلے جب انگریزی تعلیم رائج کی گئی تو ایک مدت تک اس کی مخالفت
ہوتی رہی مگر اب وہی تعلیم دھرم بن گئی ہے اور اس سے ایک قدم ہٹنا بھی مہا
پاپ ہو گیا ہے۔ اسی لئے یہاں لوگوں کی ہمت نہیں پڑتی کہ نئے تعلیمی تجربے
کریں۔ پھر بھی تھوڑے دنوں سے کچھ سر پھرے لوگوں نے اس قسم کے تجربے
شروع کئے ہیں۔ جن میں سے ایک جامعہ ملیہ اسلامیہ بھی ہے۔ آج میں آپ کو
جامعہ ملیہ کا کچھ حال بتانا چاہتا ہوں۔ پہلے یہ سن لیجئے کہ ہمارے ملک کی
موجودہ تعلیم میں وہ کونسی خامیاں ہیں جن کی وجہ سے اس نئے مدرسہ کی ضرورت
سمجھی گئی۔ پھر یہ سنئے گا کہ یہ مدرسہ کیا ہے۔ کیا کرنا چاہتا ہے۔ اور کیا کر رہا ہے۔

یہ مشہور اور سچی بات ہے کہ موجودہ انگریزی تعلیم حکومت نے اپنی
انتظامی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے شروع کی تھی۔ اس کا مقصد صرف اتنا تھا
کہ دفتروں میں کام کرنے کے لئے انگریزی پڑھے ہوئے لوگ مل جائیں۔ آگے
چلکر اس تعلیم کا معیار بڑھ گیا۔ اور ہر قسم کے مفید علوم پڑھائے جانے لگے مگر کبھی
اس کی کوشش نہیں کی گئی کہ ملکی اور قومی ضرورتوں کا لحاظ رکھکر تعلیم کا ایسا نصاب
بنایا جائے جو ہماری زندگی اور ہماری تہذیب کے لئے مناسب ہو۔ قومی تعلیم کا
سب سے پہلا کام یہ ہے کہ بچوں اور نوجوانوں میں انسانی تہذیب کی بہترین
صفات اپنے خاص قومی رنگ میں پیدا کرے اور دوسرا کام یہ ہے کہ انھیں
سوسائٹی کی خدمت کے لئے ہر قسم کے مفید پیشے سکھائے اور روزی کمانیکے
قابل بنائے۔ پہلے کام کی طرف تو کبھی توجہ کی ہی نہیں گئی اور دوسرے کی طرف
بھی بس اتنی کہ طالب علم نوکری کے لئے تیار کئے جائیں۔ غرض ہماری تعلیم
تہذیبی تعلیم نہیں بلکہ صرف پیشے کی تعلیم ہے اور وہ بھی صرف ایک پیشے یعنی نوکری
کی۔ اس کا ظاہر ہے کہ ادھوری اور کھچڑی تعلیم ہے۔ تعلیم اور تربیت کے طریقے
اور سکھئے تو وہ بھی پرانا نکما طریقہ ہے جس میں استاد شاگردوں کو اپنے پاؤں
پر نہیں سکھاتا بلکہ انگلی پکڑکر چلاتا ہے۔ تعلیم اس طرح ہوتی ہے
[redacted] کا سبق پڑھکر خوبصورت کا مطلب سمجھا دیتا ہے اور تربیت
[redacted] طریقہ یہ ہے کہ بچے کو شرارت سے باز رکھا جاتا ہے یعنی اسے
[redacted] دلایا جاتا ہے کہ استاد اس سے زیادہ شریر اور طاقتور ہے اور شرارت
[redacted] حق صرف اسی کو ہے جو طاقتور ہو۔ تعلیم کا سارا بوجھ حافظے پر پڑتا ہے
ذہن میں سوچنے کی قوت نہیں پیدا ہوتی اور تربیت
[redacted] بچے ڈرپوک اور دبو بن جاتے ہیں اور نہ

[redacted] اور قومی تعلیم کی [redacted]
[redacted] ہندستان میں [redacted]
[redacted] نہیں بلکہ غیر زبان [redacted] اس [redacted] [redacted] [redacted]
ہندستان [redacted] [redacted] [redacted] [redacted]

اس تعلیم نے ہندستان میں ملک کی جو حالت کر دی ہے اس سے ممکن
ہے کہ کچھ لوگ مطمئن ہوں مگر ملک کے چند بڑے رہنما اس قدر مایوس ہوئے کہ
انھوں نے ایک نیا تجربہ مسلمانوں کو قومی تعلیم دینے کا شروع کیا اور ۱۹۲۰ء میں
علیگڈھ میں جامعہ ملیہ اسلامیہ کی بنیاد ڈالی۔ ۱۹۲۵ء میں حکیم اجمل خانصاحب
مرحوم اور ڈاکٹر انصاری صاحب مرحوم جامعہ کو علی گڈھ سے دہلی لے آئے۔

جامعہ ملیہ کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کی
آئندہ زندگی کا ایک ایسا نقشہ تیار کرے جس کا مرکز مذہب اسلام ہو اور اسمیں
ہندستان کی قومی تہذیب کا وہ رنگ بھرے جو عام انسانی تہذیب کے رنگ
میں کھپ جائے۔ اس کی بنیاد اس عقیدے پر ہے کہ مذہب کی سچی تعلیم ہندستانی
مسلمانوں کو وطن کی محبت اور قومی اتحاد کا سبق دے گی اور ہندستان کی آزادی
اور ترقی میں حصہ لینے پر آمادہ کرے گی اور آزاد ہندستان اور ملکوں
کے ساتھ مل کر دنیا کی زندگی میں شرکت اور امن و تہذیب کی مفید خدمت
کرے گا۔ تنگ نظری اور تعصب کے اس دور میں یہ تصور محض خواب و خیال
معلوم ہوتا ہے مگر دنیا کی تاریخ میں بہت سے شیخ چلی ایسے ہی خواب دیکھتے
آئے ہیں اور ہمت و خلوص، محنت اور استقلال کی برکت سے ان کے خواب
حقیقت کا جامہ پہنتے رہے ہیں۔ اگر ہم میں یہ صفات تھوڑی بہت بھی موجود
ہیں تو ہمارا یہ خواب بھی سچا ہو کر رہے گا۔ مجھے اعتراف ہے کہ جامعہ کے کارکنوں
کے ذہن میں یہ نقشہ ابھی دھندلا ہے۔ اور اسے واضح اور معین کرنے کے لئے
وہ دوسروں کے مشورے اور اپنے مشاہدے اور تجربے سے مدد لے رہے ہیں
راہ طلب میں بھٹکنا، ٹھوکریں کھانا اور سنبھلنا غلطی کرنا اور سیکھنا یہی انسانی
ترقی کا راز ہے۔

جامعہ کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ ہندستانی مسلمانوں کی آئندہ
زندگی کے اس نقشے کو سامنے رکھکر ان کی تعلیم کا ایک مکمل نصاب بنائے اور اس
کے مطابق ان کے بچوں کو جو مستقبل کے مالک ہیں۔ تعلیم دے، علم محض روزی
کے خاطر جو ہمارے ملک کی جدید تعلیم کا اصول ہے اور علم محض علم کی خاطر
جو قدیم تعلیم کا اصول تھا دونوں کو بہت تنگ اور محدود سمجھتی ہے۔ وہ علم
زندگی کی خاطر سکھانا چاہتی ہے۔ جس کے وسیع دائرے میں مذہب، حکومت اور
صنعت، سیاست اور معیشت سبھی کچھ آجاتا ہے۔ وہ اپنے طلبہ کو اس قابل
بنانا چاہتی ہے کہ قومی تہذیب اور عام انسانی تہذیب کی ہر شاخ کی قدر و
قیمت کو سمجھ سکیں۔ اور اپنی قابلیت کے مطابق اس کی کسی ایک شاخ میں اس
طرح سے کام کریں کہ ان کا کام کسی نہ کسی حد تک مجموعی زندگی کے لئے مفید
ہو۔ مانی ہوئی بات ہے کہ ہندستان میں اس وقت روزی کمانے کا سوال
سب سے زیادہ ضروری ہے۔ جامعہ ملیہ اس ضرورت کو محسوس کرتی ہے اور
اور اپنے طلبہ میں یہ صلاحیت پیدا کرنا چاہتی ہے کہ ہر جائز طریقے سے روزی
کما سکیں مگر اس کا اصول یہ ہے کہ انسان روزی کو زندگی کا، اجرت کو خدمت
کا تابع سمجھے اور اپنا اصل مقصد یہ جانے کہ قومی تہذیب اور انسانی تہذیب کا

کی ثانوی منزل ہے سال کی اور اعلیٰ
کی ثانوی تعلیم
امتحان ہوتا ہے
اور اعلیٰ مدارس
ہو چکا ہے یہاں
آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ اس
مطالعہ اور ابتدائی زندگی کا مطالعہ۔ ایمان اور عقیدے، عقل و فہم کی تربیت
کے ساتھ ادب اور مصوری کے ذریعہ سے جمالیاتی رجحانات کی تربیت اور
دستکاری کے ذریعہ سے ہاتھ اور نظر کی تربیت بھی کوشش کی جاتی ہے۔ علمی
اخلاقی تربیت اور جسمانی تربیت میں مدرسہ کے استاد، بورڈنگ ہاؤس کے
آنریری اور لڑکوں کے سرپرست مل کر کام کرتے ہیں۔ مدرسہ کی طرف سے لڑکوں
کی تعلیم، صحت اور اخلاقی حالت کی رپورٹ ہر مہینے لڑکوں کے سرپرستوں کو
بھیجی جاتی ہے اور خط و کتابت کے ذریعہ ان سے مشورہ ہوتا رہتا ہے۔

ابتدائی تعلیم کنڈرگارٹن کلاس سے شروع ہوتی ہے جس میں مفید
کھیلوں اور مشغولوں کو حواس اور ذہن کی تربیت کا ذریعہ بنایا جاتا ہے۔ اس کے بعد
پروجکٹ میتھڈ یعنی منصوبی طریقے سے کام لیا جاتا ہے اور ثانوی منزل میں
اسائن منٹ میتھڈ یعنی انفرادی طریقہ کا تجربہ کیا جا رہا ہے۔ افسوس کہ اس مختصر
تحریر میں تعلیم کے ان طریقوں کو سمجھانے کی گنجائش نہیں ہے۔ مگر جاننے والے
جانتے ہیں کہ یہ تعلیم کے جدید ترین طریقے ہیں جن کا مقصد یہ ہے کہ نہ تو استاد
علم کو زبردستی شاگردوں کے حلق میں ٹھونسے اور نہ گھول کر پلائے۔ بلکہ ان
دل میں علم کی سچی بھوک پیدا کر دے اور ان کے لئے غذا مہیا رکھے تاکہ وہ اپنے
ہاتھ سے اپنا پیٹ بھر سکیں۔ استاد کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ طالب علم کو جاننے کا
جانے ہوئے کو سمجھنے کا اور سمجھے ہوئے کو برتنے کا شوق ہو جائے۔ اسی طرح
جامعہ کی تربیت کا اصول یہ ہے کہ لڑکوں میں اخلاقی آزادی اور ذمہ داری
کا احساس پیدا ہو۔ وہ اپنے آپ کو ایک برادری کا رکن سمجھیں اور جہاں تک
ہو سکے اس کی خدمت کا بوجھ اٹھائیں تاکہ انہیں خود ہی قانون اور قاعدے کی
ضرورت اور اس کی پابندی کی مصلحت محسوس ہو اور استاد کو جبر کرنا یا سزا
دینا نہ پڑے۔ چنانچہ بورڈنگ ہاؤس کا سارا انتظام متعدد مانیٹروں کے
سپرد ہے جنہیں طلبا اپنی جماعت میں سے منتخب کرتے ہیں۔ یہ مانیٹر تھوڑے
تھوڑے عرصے کے بعد بدلے جاتے ہیں۔ اور قریب قریب سب لڑکوں کو
کسی نہ کسی حیثیت سے ذمہ داری کے عہدے پر کام کرنے کا موقع دیا جاتا
ہے۔ رہنے سہنے کے طرز میں انتہائی سادگی اور کفایت جو صحت، صفائی
اور سلیقے کے ساتھ نبھ سکے برتی جاتی ہے جو لوگ جامعہ کے بورڈروں
کی صاف ستھری زندگی دیکھتے ہیں اور پھر انہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہاں خرچ
اور مدرسوں کے مقابلہ میں کتنا کم ہے تو حیران رہ جاتے ہیں۔ غریب ہندستانیوں
کو کم خرچ میں اچھی تعلیم دینے کا سوال ہمارے ملک کے تعلیمی مسئلے کا نچوڑ ہے
مگر افسوس ہے کہ نہ ہمارا محکمۂ تعلیم اس کی طرف توجہ کرتا ہے اور نہ وہ لال بجھکڑ
جو ہماری تعلیم کی پہلی کو بوجھنے کے لئے باہر سے بلائے جاتے ہیں۔ جامعہ ملیہ
نے اپنے طور پر اس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کی ہے اور اس میں بڑی
حد تک کامیاب ہوئی ہے۔

[illegible] کا انتظام کرنے کے [illegible] پہنچانے۔ ان کی ذہنی استعداد کو بڑھانے اور
ان میں سچائی، نیکی اور اخلاقی احساس پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

علم کی اشاعت کے لئے جامعہ نے اردو اکیڈمی اور دارالاشاعت
[illegible] کے نام سے قائم کیا ہے جس نے ملک میں اچھی شہرت حاصل کر لی ہے
اور [illegible] بڑے پیمانے پر نکلوا رہا ہے جس کا کام بہت پسند کیا جاتا ہے۔

عام تعلیم کے بعد جامعہ اپنے طلبہ کے لئے مفید پیشوں کی تربیت
کا انتظام کرنا چاہتی ہے۔ ان لوگوں کو جنہوں نے صرف اسکول کی تعلیم پائی ہے
بجاری، جلد سازی، ڈیری فارمنگ اور کیمیاوی صنعتوں یعنی صابن سازی
وغیرہ سکھائی جائے گی اور کالج کے فارغ التحصیل طلبہ کے لئے تجارت اور
اور اخبار نویسی کے مدرسے ہوں گے۔ مگر ہر خاص کام جامعہ اپنے سند یافتہ
طالبعلموں سے لینا چاہتی ہے۔ یہ ہے کہ وہ معلمی کی تربیت حاصل کر کے تعلیمی جماعتوں
کی حیثیت سے ملک میں ابتدائی تعلیم کی اصلاح اور اشاعت کی کوشش کریں۔
ان سب کاموں کو شروع کرنے کے لئے دو چیزوں کا انتظار ہے۔ ایک تو سرمایہ
کی فراہمی کا اور دوسرے جامعہ کی عمارت کی تیاری کا جو نئی دہلی کے قریب
جامعہ نگر میں بن رہی ہے۔ اس عمارت کا ایک حصہ بن کر تیار ہو گیا ہے اور
جامعہ کا اقامتی ابتدائی مدرسہ اس میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ باقی عمارت
بھی خدا نے چاہا تو بہت جلد مکمل ہو جائے گی۔

جامعہ کے تخیل اور اس کی موجودہ حالت کا یہ مختصر خاکہ پیش کرنے
کے بعد میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جامعہ کا خرچ کیوں کر چلتا ہے کئی سال سے
جامعہ کو بھوپال اور حیدرآباد سے معقول امداد ملتی ہے۔ اور دہلی کی میونسپلٹی
پانسو روپیہ ماہوار دیتی ہے۔ حال میں حکومت کشمیر نے بھی تین ہزار روپیہ سالانہ
کی گرانٹ منظور کی ہے۔ مگر جامعہ کے اخراجات کا بہت بڑا حصہ ان چندوں
سے پورا ہوتا ہے، جو حلقہ ہمدردان جامعہ کے ممبر عطا کرتے ہیں۔ اس حلقہ
میں اب تک آٹھ ہزار حامیان تعلیم شریک ہو چکے ہیں اور اس کے ممبروں
کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے۔ یہی حضرات جو اپنی گاڑھی کمائی کا ایک حصہ
قوم کے بچوں کی تعلیم کے لئے دیتے ہیں، جامعہ کے حقیقی سرپرست ہیں مستقل
سرمایہ جامعہ کا نہ ہے نہ کبھی ہوگا۔ اس کا سرمایہ اس کے کارکنوں کی ہمت اور
ایثار اور قوم کی عام ہمدردی ہے۔ ممکن ہے کہ آپ اسے کافی نہ سمجھیں
مگر میرے نزدیک تو یہ لازوال سرمایہ ہے۔ اگر جامعہ ملک و قوم کی کسی [illegible]
نہیں کرتی تو وہ نہیں بچے گی۔ اور نہ وہ اس کی مستحق [illegible]
خدمت کر رہی ہے تو قانون قدرت اسے زندہ
طاقت! سے فنا نہیں کر سکے گی۔

اسلامی کتابیں
ملنے کا پتہ:- اردو گھر۔ کلاں محل

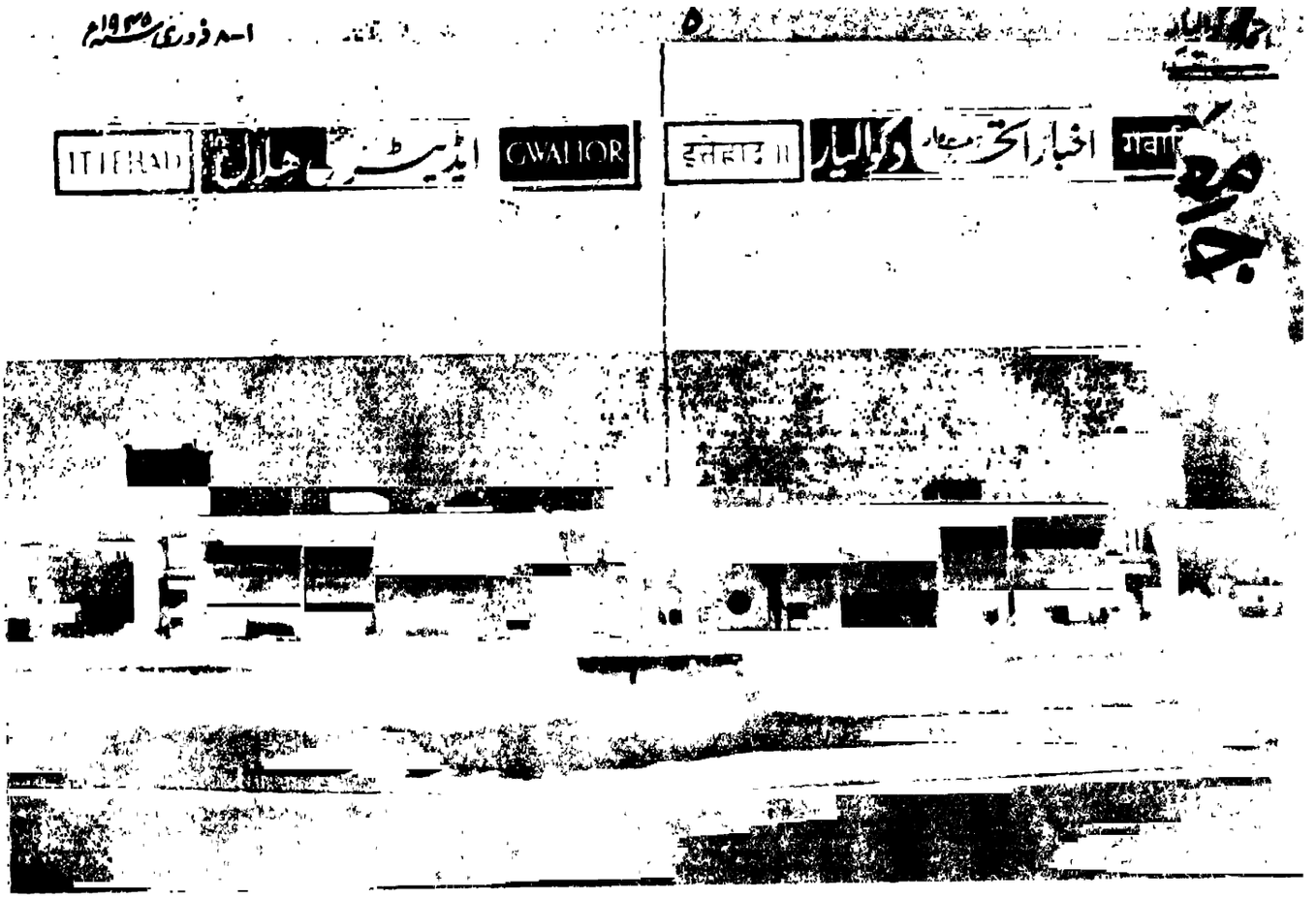

Boarding House, Jamia-Millia Islamia, Jamia Nagar, Delhi.

Dr. ZAKIR HUSAIN
M. A. Ph. D.
Shekh-ul-Jamia
Jamia-Millia Islamia, Delhi.

Boarding House Jamia-millia Islamia, Jamia Nagar, Delhi.

ڈاکٹر ذاکر صاحب کا ادبی مرتبہ

(جناب [illegible])

ڈاکٹر ذاکر حسین [illegible] ہے [illegible] ہے اہل ملک جانتے ہیں [illegible] حیثیت سے جانتے آئے ہیں۔ [illegible] صحیح معنوں میں بنیادی تعلیمی اسکیم کے [illegible] چرچا ہوا ہے۔ اسکیم کے حامیوں نے [illegible] باہر تعلیم پائی اور اس کے مخالفوں [illegible] سب کے سب مسلمان تھے، اور شاید ڈاکٹر ذاکر کی شخصیت سے انھیں ایک گونہ عقیدت بھی تھی۔ اور وہ ان کی خوبیوں اور ایثار کے معترف بھی تھے لیکن سوال تھا ان کے نزدیک تمام مسلمان قوم کا اور مخالفین کا کہنا یہ تھا کہ بنیادی تعلیم کی اسکیم سے مسلمانوں کی قومی زندگی کو بہت سخت قسم کے نقصانات پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ بہرحال یہ مسئلہ ایک حد تک تعلیمی ہے اور بہت حد تک سیاسی دونوں فریق نہایت خلوص سے اپنے آپ کو حق پر جانب سمجھتے ہیں اور اب ان میں حکم بننا اتنا آسان نہیں، ہم یہاں ڈاکٹر ذاکر کی صرف اس حیثیت سے بحث کرنا چاہتے ہیں جس پر کسی کو کوئی اختلاف ہی نہیں ہو سکتا۔ اور وہ ہے۔

"ڈاکٹر صاحب بحیثیت ایک ادیب کے"

موصوف کو فیخ الجامعہ اور صدر بنیادی تعلیمی اسکیم کے نام سے تو شاید ہی کوئی پڑھا لکھا ہو جو نہ جانتا ہو لیکن یہ کہ ڈاکٹر ذاکر ایک بے نظیر مقرر اور بے مثل ادیب بھی ہیں۔ بہت ہی کم لوگوں کو معلوم ہوگا۔ وہ طبعاً "خلوتی" ہیں "جلوتی" نہیں۔ وہ تحریک خلافت اور ترک موالات کے ہنگامہ خیز دور کی پیداوار ہیں اور اسی بات نے انھیں ہنگاموں سے متنفر اور اشتہار بازی سے بے نیاز بنا دیا ہے۔ وہ مجمعوں میں نہیں بولتے اور نہ عام تشہیر کے لئے لکھتے ہیں۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ وہ گمنام رہنا چاہتے ہیں۔ یا انہیں اپنی عظمت کا احساس نہیں، بلکہ بات یہ ہے کہ آج کل بازار شہرت میں کھوٹی اور ملمع کی چیزیں ظاہری سج دھج سے نظروں کو خیرہ کر رہی ہیں۔ موصوف کو اس طرح سے منظر عام پر آنا ناپسند ہے۔ وہ مائل بہ تغیر" قدروں کے قائل نہیں۔ وہ ابدی قائم بالذات قدروں کو مانتے ہیں اور انہیں پر اپنی آئندہ بڑائی کی بنیاد رکھ رہے ہیں۔ ڈاکٹر ذاکر کی شخصیت کے یہ جوہر آپ کو انکی تقریروں اور تحریروں میں ملیں گے۔ اور اس لئے ضرورت ہے کہ ہم ان کو بحیثیت ادیب کے جانچیں اور پرکھیں

یہاں ہم ڈاکٹر ذاکر کی ادبی شخصیت کا تجزیہ نہیں کریں گے یہ بحث ہم کسی اور وقت پر اٹھا رکھتے ہیں۔ وہ کیا ہیں۔ یہ ہم اسوقت نہیں بتا سکتے۔ ہاں! وہ کیا کہتے ہیں۔ یہ ہم یہاں بتانا چاہتے ہیں ڈاکٹر ذاکر اردو میں لکھتے ہیں۔ اور حتی الامکان اردو ہی بولتے ہیں اور انگریزی بولتے یا لکھتے ہیں تو ضرورتاً۔ ان کا خاص مضمون جس میں انھوں نے برلن کی یونیورسٹی سے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری لی۔ معاشیات ہے۔ لیکن ان کا مطالعہ وسیع ہے۔ اس لئے ان کی تحریریں عام ہمہ گیری ہے۔ ایسی ہمہ گیری جو [illegible] کتابوں سے استفادہ نہیں۔ بلکہ زندگی کے نشیب و فراز سے ماخوذ ہے [illegible] تیز ہے اور قوت فکر بڑی جولاں اس طبیعت کا [illegible] کے لئے یہ اپنی فکر کی دنیا بنا لیتا ہے۔ اس کی پرواز عرش [illegible] پرے تک جاتی ہے۔ وہ "نیروان" کو بے شک کند" میں لے آتا [illegible] یہ دنیا۔ کوتاہیوں کی دنیا بے عملوں اور باتونیوں کی دنیا کہہ دیا

[illegible] اور گتھیوں [illegible] انھوں [illegible] طور پر حقائق کی [illegible] ادب کی بلند پروازیوں یا [illegible] کو [illegible] جس [illegible] جامعہ کے پرنسپل کے معنی یہ نہیں کہ وہ صرف تعلیم کا صدر [illegible] بلکہ اس کی حیثیت ایک ایسے مالی کی ہے جو خود ہی زمین تیار [illegible] بیج بھی وہی لاتا ہے۔ پانی کا بھی انتظام کرتا ہے بیج کا انتخاب بھی اسی کے ذمہ ہے اور باغ کی حفاظت اور نگرانی بھی اسی کا کام۔ ظاہر ہے جو مالی یہ کرے گا اس کی نظر کتنی حقیقت رس اور عملی ہوگی۔ چنانچہ جامعہ نے "ڈاکٹر ذاکر" صاحب فخر" کو "ذاکر صاحب علی" بنا دیا ہے۔ اب ان کے ادب میں ایک طرف اگر نیرنگیت ہے جو ان کی خداداد ذہانت اور فطری طباعی کا حاصل ہے۔ تو دوسری طرف زندگی کی حقیقت اور مادیت ہے، جو جامعہ اور مادر اے جامعہ کی ٹھوس اور عملی دنیا کے تجربات سے انھیں ملی ہے۔

ڈاکٹر ذاکر کا اکثر وقت جامعہ کے انتظام و اہتمام اور بیرون جامعہ کے تعلیمی معاملات کو سلجھانے میں صرف ہوتا ہے، ان کو پڑھنے کے لئے بہت کم وقت ملتا ہے۔ اور لکھنے کے لئے اس سے بھی کم تر۔ لیکن جب کبھی وہ لکھتے ہیں یا تقریر کرتے ہیں تو سخت مجبوری کی حالت میں۔ یہ مجبوری ان کی تقریر اور تحریر میں واقعیت پیدا کر دیتی ہے۔ اور یہ وصف خاص ہے ڈاکٹر ذاکر کی ادبی استعداد کا۔

ان کی تقریریں بیشتر جامعہ کی مجلسوں یا جلسوں میں ہوتی ہیں۔ کوئی ان کو لکھتا نہیں۔ ہاں ان کی تحریریں رسالوں یا کتابوں کی شکل میں شائع ہو جاتی ہیں۔ ایک زمانہ تک موصوف رسالہ جامعہ میں "رفتار دنیا" کے عنوان سے ہر مہینے کچھ نہ کچھ لکھتے تھے۔ یورپ اور دوسرے ملکوں کی سیاست پر اس سے بہتر اردو میں شاید لکھا گیا ہو۔ یہ مباحث گو وقتی ہوتے۔ لیکن جس انداز سے ان پر بحث ہوتی تھی وہ ان وقتی چیزوں کو مستقل بنا دیتا تھا۔ بچوں کے لئے آپ نے چھوٹی چھوٹی کہانیاں بھی لکھی ہیں زبان بالکل بچوں کی ہے اور موضوع بھی بچوں کی پسند کا۔ لیکن بات اتنی گہری کہہ جاتے ہیں کہ بڑے بڑے بھی ان کو پڑھ کر سوچنے لگتے ہیں۔ ایک کہانی "ہاں" ہے۔ ماں کی ممتا کی تصویر شاید دنیا کے کسی ادب میں اتنی مؤثر کھینچی گئی ہو "مرغی اجمیر چلی" "عقاب" "چھدا" وغیرہ کہانیاں مکتبہ سے شائع ہو چکی ہیں۔ آپ کی تصنیفات سے "مبادی معاشیات" معاشیات کی کسی انگریزی کتاب کا ترجمہ ہے اس سلسلہ میں موصوف کی اہم تصنیف "معاشیات۔ مقصد اور منہاج" ہے۔ یہ مقالہ ہے آپ نے جو ہندوستانی اکیڈمی الہ آباد کے کسی جلسہ میں پڑھا تھا۔ کتاب کے نام سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ یہ معاشیات کے محض اصطلاحی علم کی کوئی کتاب ہے۔ مصنف نے اس کتاب میں ایک بنیادی بحث اٹھائی ہے۔ کارل مارکس کے مادی فلسفے سے یہ عقیدہ عام ہو چلا ہے کہ عقل ہی ایک ایسی کسوٹی ہے جو انسان کی زندگی کے سارے معیاروں

پر حاکم ہے۔ خاص دلیل اصل چیز ہے۔ جذبات عقائد جن کی بنیاد خالص عقل پر نہ ہو وہ قابل التفات نہیں ہیں۔ نے اس کتاب میں۔۔۔۔۔۔۔ اس اصول پر نہایت مفصل بحث کی ہے۔ یہ کتاب ہر طالب علم کے لئے خواہ اس کا مضمون معاشیات نہ بھی ہو مفید ہے۔ لیکن ڈاکٹر ذاکر کا اصلی کارنامہ جو اصل تو ان نہیں کو زندہ جاوید بنا دیتا ہے ان کا ترجمہ ہے۔ افلاطون کی [illegible] کتاب "ریاست" کا اس طرح اور ارسطو ہزار ہا سال سے دنیا کی مختلف قوموں کے دلوں اور دماغوں پر حکومت کرتے چلے آرہے ہیں۔ مسلمان فلسفی اور صوفی دونوں ان سے متاثر ہوئے ڈاکٹر ذاکر طبعیتاً افلاطونی ہیں، ریاست کا مقدمہ پڑھتے تو معلوم ہوتا ہے کہ افلاطون خود بول رہا ہے اور کتاب پڑھیں تو ترجمہ نہیں معلوم ہوتی بلکہ افلاطون اور ڈاکٹر ذاکر میں بہت سی خصوصیات مشترک ہوں گی۔ چنانچہ اصل مصنف کی روح نے مترجم کی ذات میں یوں حلول کیا ہے کہ قارئین کے لئے مصنف اور مترجم میں فرق کرنا مشکل ہے۔ اور افلاطون کی "ریاست" "ڈاکٹر ذاکر کی ریاست" بن گئی ہے۔

کتاب کی زبان اور اس کا انداز بیان کم سے کم اردو میں تو بے مثل ہے۔ کتاب ہماری مکالموں میں ہے۔ اور ترجمہ کی خوبی یہ ہے کہ وہ مکالمے خود ڈاکٹر ذاکر کے اپنے معلوم ہوتے ہیں یعنی ان کی اپنی بات ہے جو وہ اپنے دوستوں اور شاگردوں سے کہہ رہے۔ وہی بات ہے۔ کہنے کا وہی ڈھنگ ہے۔ اگر ہم تناسخ کے قائل ہوتے تو ضرور کہتے کہ افلاطون کی روح نے دوبارہ ریاست کے اردو مترجم کا جنم لیا ہے۔ اور شاید یہ بات ہو بھی سچ۔ افلاطون کے عہد کا یونان کم سے کم ذہنی اور سیاسی انتشار میں اسلامی ہند سے بہت حد تک ملتا جلتا ہے۔

آخر میں ہم موصوف کے ایک ایڈریس کا ذکر کر کے اس بیان کو ختم کرتے ہیں۔ جامعہ نگر دہلی میں دوسری بنیادی تعلیمی کانفرنس منعقد ہوئی۔ ڈاکٹر ذاکر اس کے صدر تھے۔ موصوف نے افتتاحی تقریر کی جو رسالہ کی صورت میں ہمارے پیش نظر ہے۔ کاش یہ ممکن ہوتا کہ ہم اس تقریر کے جستہ جستہ حصے نقل کر سکتے۔ مجبوراً صرف ایک حصہ پر اکتفا کرتے ہیں۔

"خدا کے لئے اس ملک کی سیاست کو سدھاریئے اور جلد سے جلد ایسی ریاست کی طرح ڈالئے جس میں قوم قوم پر بھروسہ کر سکے۔ کمزور کو زور آور کا ڈر نہ ہو غریب امیر کی ٹھوکر سے بچا رہے جس میں تمدن امن کے ساتھ پہلو بہ پہلو پھل پھول سکیں اور ہر ایک سے دوسرے کی خوبیاں اجاگر ہوں۔ جہاں ہر ایک وہ بن سکے جس کے بننے کی اس میں صلاحیت ہے اور وہ بن کر اپنی ساری قوت کو اپنی سماج کا چاکر جانے میں جانتا ہوں کہ ان باتوں کا کہہ دینا سہل ہے۔ اور کرنا کسی ایک آدمی کے بس کی بات نہیں۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ آج یہ بات ہمارے سیاسی رہنماؤں کے ہاتھ میں اتنی ہے جتنی کہ پہلے کبھی نہ تھی کہ کچھ سمجھ کر، کچھ بجھا کر، کچھ مان کر کچھ منوا کر، ایسی ریاست کی نیو رکھ دیں۔ جب تک یہ نہیں ہوتا ہم تعلیمی کام کرنے والوں کا حال قابل رحم ہے۔ ہم کب تک اس سیاسی ریگستان میں ہل چلائیں! کب تک شبہ اور بدگمانی کی دھوپ میں تعلیم کو دم گھٹ گھٹ کر سسکتے دیکھیں! کب تک ہم اس ڈر سے تھرتھراتے رہیں کہ ہماری [illegible] کوئی ایک سیاسی جماعت، کوئی ایک سیاسی ضابطہ تسلیم کرے گی ہمارا کام کوئی پھولوں کی سیج تو ہے نہیں۔ اس میں [illegible] دشواریاں ہوتی ہیں اور کانٹوں کو ٹوٹنا ہے، پھر جب ہمارے قدم ڈگمگائیں تو ہم کہاں سہارا ڈھونڈیں۔ کیا اسی سماج میں جس میں بھائی بھائی کے دل نظر نہیں آتے، کوئی قدر شناسی قدر نہیں معلوم ہوتی جس میں کوئی گیت نہیں جو سب مل کر گائیں، کوئی بھوائی نہیں جو سب مل کر منائیں، کوئی شادی نہیں جسے سب ملکر رچائیں۔ کوئی دکھ نہیں جسے سب بٹائیں۔ ہماری یہ مشکل دور کیجئے۔ اب بھی بہت دیر ہو چکی ہے۔ اور دیر نہ جانے کیا دن دکھائے!"

انسان کے اعصاب

ہماری سب حرکتیں ہمارے اعصاب کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں مثلاً اعصاب خراب ہو جائیں تو ہم ہاتھ نہیں ہلا سکتے انگلی تک نہیں اٹھا سکتے اسی طرح "قوت باہ" اعصاب کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ جنکے ہمارے جسم میں مضبوط دماغ اور مضبوط پٹھے نہوں ہماری یہ قوت پیدا نہیں ہو سکتی

معجون شباب آور

اعصاب کو بے انتہا قوت دیتی ہے، دماغ اور دل پر خاص اثر ڈالتی ہے۔ اعتدال سے ہٹ جائے اور فطرت کے قوانین کی پابندی نہ کرنے سے۔ جب قوت باہ میں کمزوری آجاتی ہے تو اسے معجون شباب آور ہی دور کر سکتی ہے۔ کیوں کہ اسے اسی مقصد کے لئے خاص طور پر جدید تحقیقات کی روشنی میں تیار کیا گیا ہے۔

قیمت ۱ فی شیشی (۲۰ دن کا کورس)

(پانچ روپے) صرف

معجون شباب آور ہمدرد کی خاص ایجاد

ہمدرد دواخانہ۔ دہلی

ہڑتال

دنیا کے بڑے بڑے فلاسفر بڑے بڑے سائنسدان عجیب و غریب تحقیقات میں لگے ہوئے ہیں۔ لیکن سچ پوچھئے تو محقق ان میں ایک بھی نہیں کہلا سکتا کوئی ان لوگوں نے بڑے بڑے علم یکجا کئے تیز دماغ ہوائی جہاز اڑائے نئی نئی ایجادیں نکالیں۔ یہ سب کچھ کیا مگر محقق وقت پھر بھی کہلائے حضرت علامہ ہیوقت ہی ان غریب عہدوں میں کسی ایک کو بھی یہ شرف حاصل نہ ہوا۔ بات یہ ہے کہ یہ لوگ ایجادیں کرتے ہیں وہ جن میں دنیا تباہ ہوتی ہے اور حضرت علامہ ہیوقت ایجادیں کرتے ہیں ایسی جن سے ان کی اپنی ذات کے سوا دنیا کے کسی متنفس کو ذرہ برابر بھی نقصان نہیں پہونچ سکتا۔

پھر یہ کہ یہ بیچارے جتنے فلسفی۔ جتنے سائنٹسٹ جتنے ادیب اور جتنے مورخ ہیں ان کا دائرہ عمل محدود۔ ان کی دوڑ کا میدان تنگ ان کا نقطۂ نظر کوئی ایک ورا سا علم اور رہے علامہ ہیوقت وہ تو ہیوقت کی راگنی لاتے ہیں کیا مجال کہ دنیا کی کوئی طاقت ان کے تخیل کی پرواز کو محدود کر سکے۔ انہوں نے تو جس طرف بھی ہاتھ ڈالا یس کا میابی ہی کامیابی نظر آئی۔ جدھر قدم اٹھایا چھلانگیں مارتے چلے گئے۔

دیکھئے ابھی کچھ دن سے ہڑتال ہڑتال کا شور مچ رہا ہے۔ حضرت علامہ ہیوقت نے جو یہ لفظ سنا۔ لگے کمند تحقیق پھینکنے۔ بس پھر کیا تھا۔ اللہ دے اور بندہ لے۔ ہزاروں عمیق مطالب ماتھ جوڑ کر سامنے آ کھڑے ہوئے ایک مرتبہ جو تحقیق کرنا شروع کی تو معلوم ہوا کہ جس طرح منطقی اجناس کو انواع کی طرف انواع کو اصناف کی طرف اور اصناف کو اقسام کی طرف تقسیم کرتے ہیں بس بالکل اسی طرح "ہڑتال" بھی ہے۔ ہڑتال کی تین قسمیں ان قسموں کی تین قسمیں۔ ان قسموں کی پھر تین تین اور بھائی کیا بتایا جائے یس یونہی کہتے چلے جائیے یہ سلسلہ غیر متناہی لاتحد ود اور کبھی نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے۔

آئیے اب ہم آپ کو بتائیں کہ یہ ہڑتال ہے کیا بلا۔ ادیبوں نے اس لفظ کی تحقیقات میں بڑی بڑی موشگافیاں کیں لیکن سچ یہ ہے کہ یقینی طور پر اس کی اصل تک کوئی بھی نہیں پہنچا۔

ہوسکتا ہے کہ لفظ "ہڑتال" مرکب ہو دو لفظوں کا "ہڑ" اور "تال" سے ہڑ نام ہے ایک دوا کا۔ جو مسہل کے طور پر استعمال کی جاتی ہے۔ اور "تال" بمعنی تالاب ان دونوں لفظوں کے یہ معنے ہوئے۔

"ایسا مسہل جو تالاب بھر دے"

ہے تو یہ تاویل بھی کچھ لگتی ہوئی۔ اس لئے کہ زمانہ دیکھا جا رہا ہے کہ ہڑتال سے بڑے بڑے مشکل مسائل حل ہوتے ہیں۔ یہ دشمن کے مقابلے کے لئے بہت ہی بااثر ہتھیار ہے آپ یہ جانتے ہیں کہ گاندھی جی کی بھوک ہڑتال سے اکثر گورنمنٹ کو دست آنے لگتے ہیں۔

بعض آدمیوں کا خیال ہے کہ ہڑتال کوئی مرکب لفظ نہیں۔ یہ مفرد ہے ہڑتال ایک دوا ہوتی ہے۔ اور ہڑتال اور چونہ ملا کر ایک ایسا مرکب تیار ہو جاتا ہے جس کو اگر سر پر مل لیا جائے تو فوراً تا بنہ نکل آئے اور سر اچھا خاصہ ٹین کوٹ کا ایک چٹیل میدان معلوم ہو۔ یعنی ہڑتال سے ایک ایسی دوا بنتی ہے۔ جو انسان کو ملغوبے البالہ کر دیتی ہے۔

یہ تاویل بھی قرین قیاس ہے اس لئے کہ آجکل ہم لوگ جسے ہڑتال کہتے ہیں وہ ہوتی کیا ہے؟ یہی کہ کسی ایک چیز کا صفایا۔ مثلاً مل میں ہڑتال ہو تو کام کرنے والے مزدور غائب مل کی پوری مشین گھر گھر ٹھپ ہو گئی۔ بازار میں ہڑتال ہو تو دکانیں بند۔ تاجر غائب۔ پورا بازار صفاچٹ میدان ہو گیا۔ بھوک ہڑتال ہو تو روٹی غائب۔ انتڑیاں قل ہو اللہ پڑھیں مگر ۔ ۔ ۔ ۔ مجال کہ اناج کا ایک دانہ بھی حلق سے نیچے اتر جائے خدا خیر کرے۔ بھوک ہڑتال کا نام آگیا۔ نہ جانے روٹی بھی ملے گی یا نہیں۔ بہرحال اب جو بھی نتیجہ ہو جب یہ منحوس نام آ ہی گیا تو ذرا اس کی بھی تشریح سنتے جائیے۔ یہ بھوک ہڑتال ہے کیا؟

کئی صاحب بھوک ہڑتال سے یہ سمجھتے ہیں کہ کھانا چھوڑ دینے کو۔ اسکی سینکڑوں قسمیں ہیں اور ہر قسم کی کچھ ایسی خصوصیات ہیں جو اس کے علاوہ اور کسی قسم میں نہیں پائی جاتیں۔ ان ہزاروں قسموں کی تفصیل بتا دینا بہت دشوار ہے البتہ چند موٹی موٹی مشہور اقسام درج ذیل ہیں۔

بچہ کی بھوک ہڑتال بچہ کی بھوک ہڑتال کا نام روٹھنا بھی ہے جب بچہ کوئی بے جا ضد کرتا اور اسکے والدین اس ضد کو پورا نہیں کرتے تو وہ اول اول خوشامد کرتا پھر بسورتا ٹھنٹھناتا۔ اور آخر کار دل کے پھپھولے کی طرح رونا شروع کر دیتا ہے۔ جب ان میں سے کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی اور سنگدل والدین کسی طرح بچہ کی مدد پوری کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے تو یہ بے بس مجبور دلا چار اپنا آخری ہتھیار استعمال کرتا ہے یہ آخری ہتھیار "بھوک ہڑتال" ہے۔

بچہ کی بھوک ہڑتال کا نتیجہ ہوتا ہے والدین کی شکست اگر ان کے دل میں بچہ کے لئے لطیف محبت کے جذبات موجود ہیں اور اگر یہ سنگدل ہیں یا علم نفسیات کے ماہر تو تھوڑی دیر خوشامد اختیار کر جاتے ہیں گو یا ان پر بچہ کی بھوک ہڑتال کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ جب جناب جہاں انہوں نے بے توجہی اختیار کی اور بس بچہ نے کوشش شروع کی کہ کوئی ترکیب ایسی ہو جس سے ماں باپ اس کی طرف توجہ کریں اور منائیں۔ مثلاً کھانے سے تو روٹھے ہی ہیں ساتھ ساتھ گھر کی چیزیں بھی پھینکنا شروع کر دیں۔ اپنے چھوٹے بھائی بہن کے تھپیڑے لگائے وغیرہ وغیرہ اور اگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی تو چند منٹ کے لئے گھر سے باہر چلے گئے اور تھوڑی دیر بعد جب پھر گھر میں آئے تو یہی کہتے ہوئے دروازے میں داخل ہوئے۔ امی جان! کھانا۔ گویا وہ بھول گئے کہ وہ کھانے سے روٹھے ہوئے تھے یہ ہے بچہ کی بھوک ہڑتال۔

بی بی کی بھوک ہڑتال بھوک ہڑتال کی یہ قسم بھی اپنا جواب نہیں رکھتی۔ خدا نہ کرے کہ کوئی شریف آدمی ہماری طرح اپنی بی بی کا مورد عتاب بنے ورنہ بس اس دنیا میں ہی جہنم کا نمونہ نظر آجائے گا۔ بچا سو ہی بھی تھے بڑے پیچ پیچ ہوئے آج سے سات سو برس پہلے ہماری حالت زار کے متعلق کہہ گئے۔ ؎

زن بد در سرائے مردان کو ہم دریں عالم است دوزخ او

خیر یہ کوئی آپ بیتی سنانے کا موقع نہیں ہے۔ اس وقت ہم ایک اصولی بحث کر رہے ہیں۔ اچھا تو یہ بی بی کی بھوک ہڑتال کب ہوتی ہے اور کس کے خلاف؟ یہ بھوک ہڑتال ان اوقات میں ہوتی ہے۔

(۱) جب آپ کی بی بی آپ سے کسی خاص قسم کی بڑھیا ساری کی فرمائش کریں اور آپ ان کی فرمائش پوری کرنے سے باوجود بے شمار یاد دہانیوں کے قاصر رہے ہوں۔ لیکن یہ بھوک ہڑتال بغیر اعلان کے ہوگی۔ اور آپ سے کھانے کے وقت صرف اتنا کہدیا جائے گا۔ کہ "مجھے بھوک نہیں ہے"

(۲) جبکہ آپ نے اپنی بیوی پر غصہ کیا ہو۔ یہ بھوک ہڑتال بطور رد عمل ہوگی۔ اس کا کئی گھنٹہ پیشتر سے اعلان کیا جائے گا۔ آنکھ اشکوں کے موتیوں سے اس کا اعلان کرے گی۔ ہاتھ گھر کی چیزوں کے کام میں ٹھک ٹھک کر اس کا اشتہار دیں گے۔ اور سب سے بڑا اعلان اس طریقے پر ہوگا کہ جب ان کا دل چاہے گا کہ وہ آپ کو ماریں تو آپ کے سامنے آپ کے کسن بچے کے چپت

لگانا شروع کریں گی تو ہر وقت میں آپ کو کوسنا چاہیں گی آخر میں کہ اللہ مجھے موت بھی تو نہیں دیتا وغیرہ وغیرہ۔

گاندھی جی کی بھوک ہڑتال

جاتی ہیں۔ مثلاً بچہ کی بھوک ہڑتال کی طرح جب ان کی بھوک ہڑتال کی طرف کوئی توجہ نہ کی جائے تو یہ مختلف تدبیروں سے اس کی طرف توجہ مبذول کراتے ہیں یا بابا کی ہڑتال کی طرح یہ بھی اپنی کسی غلطی کا نہیں بلکہ بسا اوقات دوسرے کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔

یہ ہڑتال مختلف اوقات میں مختلف مقاصد کے لئے کی جاتی ہے کبھی حکومت کو دبا کر کچھ مطالبات منظور کرانے کے لئے۔ کبھی اونچی ذات کے ہندوؤں کو۔ چھوت دے کر اچھوتوں کو مندروں میں داخل کرنے کے لئے کبھی کسی عوامی تحریک کو روکنے کے لئے پبلک کی توجہ بڑے بڑے سوالوں سے ہٹا کر اپنی ذات کی طرف متوجہ کرانے کے لئے۔ کبھی مزدوروں کی تحریک کو ناکام بنانے کے لئے اور کبھی ظاہر میں خدا پرستی اور حقیقت میں باطنہ کی پرستی کے لئے۔

اس بھوک ہڑتال کا مہینوں پہلے سے اعلان ہوتا ہے اسکو شروع کرنے کے لئے دل کی آواز کا انتظار کیا جاتا ہے۔ شروع میں کہا جاتا ہے شاید مجھے روزہ رکھنا پڑے۔ شاید مجھے خدا کی طرف سے بھوک ہڑتال کا حکم ملے۔ وغیرہ وغیرہ

بہرحال یہ ہیں مختلف قسمیں ہڑتال کی بڑا غنیمت ہے کہ ضروریات زندگی کی گرانی کے ساتھ ساتھ موجودہ جنگ نے ہڑتال کو بھی مہنگا کر دیا ہے۔ ورنہ بھی چونہ تو سستی چیز ہے ہی معلوم نہیں ہر روز کتنے سرطل بنتے اور پٹیل میدان نظر آیا کرتے۔

مدرسہ انوار العلوم مندسور

مندسور میں اردو عربی کی واحد درسگاہ مدرسہ انوار العلوم ہے اور عرصہ دراز سے مسلمانوں کی تعلیمی خدمات انجام دیتی رہی ہے اس مدرسہ کو نہ سرکاری امداد ہے نہ کوئی مستقل ذریعہ آمدنی ہے۔ مدرسہ کی ایک کمیٹی ہے جس کے مخلص کارکنان۔ چندہ کر کے مدرسہ کے مصارف کو پورا کرتے ہیں۔ محکمہ تعلیم ریاست گوالیار اگر وفاداری و مسلم نوازی سے کام لے تو اس درسگاہ کی طرف نظر کرم فرما کر گرانٹ وغیرہ شروع عطا فرمائے۔

دنا مہ نگاں

بچوں کے ادیب

نیاز صاحب کی کتابیں

مشہور پیغمبر حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ قرآن مجید سے جتنی کتاب لیکن عبرت و بصیرت کا خزانہ۔ اعلیٰ کتابت، روشن طباعت، اور رنگا رنگ تین مصور رنگین کا فندہ ہر

نیا میلاد — بچوں اور کم پڑھے لکھوں کے لئے سیرت پاک پر نہایت دل چسپ جامع اور مفید کتاب جو میلاد مبارک کی محفلوں میں پڑھنے کے لئے بھی بہت موزوں ہے۔ کتاب اعلیٰ، طباعت صاف، دیدہ زیب اور جاذب نظر، دو رنگا ٹائٹل ۸۰ صفحے قیمت صرف ۸ر

یارانِ نبی — حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم کی پاکیزہ، جاذب اور سبق آموز سیرتیں، دو رنگا دیدہ زیب ٹائٹل۔ اعلیٰ کتابت۔ قیمت صرف ۸ر

ستارے — مشہور، مشہور اور بڑے بڑے مہاجرین اور انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کی پاکیزہ، جاذب اور سبق آموز سیرتیں، دو رنگا دیدہ زیب ٹائٹل ۸ر

دُر دانہ — مشہور جرمن ادیب ولیم ہاف کی لکھی ہوئی نہایت دلچسپ کہانیاں۔ الف لیلہ کے انداز کی۔ متعدد تصاویر۔ قیمت صرف ۸ر

ملنے کا پتہ

بچوں کا بک ڈپو۔ کلاں محل، دہلی

اپنی رگوں میں تازہ خون بھر لیجیے

یرقان کے کافی مریضوں، دمہ کے مریضوں، کمزوروں کے لئے [illegible] بچکا [illegible] بہ دیتے ہیں لیکن [illegible] کیونکہ ناخالص [illegible] سے اترتے ہی خون [illegible] اور جانی [illegible] ہمارے [illegible] تازہ خون کا [illegible] تی دواؤں سے [illegible] سے [illegible] اصول پر تیار کیا جاتا ہے۔

ہندستان اور [illegible] ہندستان [illegible] اور [illegible] اور جانی حاصل کرتے ہیں یہ بہ کثرت [illegible] کی طاقت کو ناقابل برداشت [illegible] بڑھا دیتا ہے۔ دل، دماغ، جگر، معدہ، اعصاب [illegible] کے لئے [illegible] اطباء [illegible] مریضوں کو استعمال کرا رہے ہیں۔

قیمت فی بوتل پانچ روپے، نمونہ کی بوتل ایک روپیہ [illegible]

ہمدرد دواخانہ (لال کنواں) دہلی

ILLUSTRATED
ITTEHAD
AL HILAL
GWALIOR
ایڈیٹر علی ہلال

مؤمن

حق تعالیٰ و حق جوئی اوصاف ہیں مومن کے
اللہ کے شیروں میں رکھی نہیں روباہی
ملتا ہے توانائی قطرے کو سمندر سے
مولا ہی کا ہو جانا ہے اسد اللہی

خوش ہو کوئی ناخوش ہو اس کیلئے یکساں ہے
محبوب ہے مومن کو مولا کی رضا جوئی
ایمان ہے مومن کا ایقان ہے مومن کا
حق بینی و حق کوشی۔ حق بینی و حق گوئی

فریاد رس بے کس۔ امداد وہ بے بس
ظالم کے مقابل میں شمشیر ہے مومن
اک شانِ جمالی ہے اک شانِ جلالی ہے
تدبیر ہے مومن تقدیر ہے مومن

تپتا ہے پگھلتا ہے جلتا ہے جلاتا ہے
مومن میں نہیں رکھی پرویزی و چنگیزی
عالم کے لئے رحمت لاریب وجود اس کا
اعجاز ہیں مومن کے انداز دل آویزی

(امین حزیں سیالکوٹی)

تصویر
اتحاد نوالیار
دو ہفتہ وار
جلد ۴

غور کرنے کی بات

مسلمانوں کو یہ امر پیش نظر رکھنا چاہیے کہ جب ہندوستان میں اُن کی حکومت تھی تو اُن کے مذہب و ملت اور قومی عزت و وقار کا تحفظ حکومت کے ہاتھ میں تھا اگرچہ حکومت کی مدد کرنا اس وقت بھی اُن کا فرض اولین تھا تاہم افراد قوم پر براہ راست زیادہ ذمہ داریاں نہ تھیں مثلاً معابد و مساجد کی حفاظت اور نگرانی حکومت کرتی تھی، لیکن اب دورِ محکومیت ہے اس لئے حالات بدل گئے ہیں اب مسلمانوں کو خود ہی اپنے لئے سب کچھ کرنا ہے، وہ حکومت سے یہ توقع نہیں رکھ سکتے کہ وہ ان کے مذہبی یا قومی روایات کے تحفظ کی کوشش کرے گی اور نہ کسی دوسری ہموطن قوم کے متعلق انھیں یہ حسن ظن رکھنا چاہیے کہ وہ انھیں آگے بڑھائے گی یا کم از کم اُن کی ترقی کے راستہ میں حائل نہ ہوگی۔

ہندوستان کی جو حالت ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ یہاں بہت سی قومیں آباد ہیں جو کہنے کے لئے تو سب ہندوستانی ہیں، مگر اُن کے اغراض و مقاصد باہم بالکل مختلف ہیں اور ان کا نصب العین ایک دوسرے سے جدا ہے اور موجودہ حالات کے مطابق یہ امید بھی نہیں کہ مستقبل قریب میں ہم سب کسی مقصد کے لئے متحد ہو سکیں گے اس لئے یہ توقع رکھنا عبث ہے کہ ترقی کی جدوجہد میں ایک قوم دوسری قوم کی مدد کرے گی۔ جب یہ حالت ہے تو اس کے سوا اور چارہ کار ہی کیا ہے کہ مسلمانوں کو جو کچھ کرنا ہے وہ اپنی قوت بازو سے کریں

انسان کے عروج کا انجام

سکندر اعظم عالم بیکسی میں وطن سے دور دم توڑ رہا تھا۔ اس نے جانکنی کی حالت میں جب موت کے فرشتہ کو اپنے قریب کھڑے ہوئے دیکھا تو اس نے کہا کہ میں سکندر اعظم ہوں۔ میں مشرق و مغرب کا شہنشاہ ہوں۔ فرشتے میرے درجہ کو سمجھ اور مجھے عام لوگوں کی طرح موت کے گھاٹ نہ اتار، فرشتہ نے مسکراتے ہوئے کہا نادان قدرت کے ہاں شاہ اور گدا میں کوئی امتیاز نہیں اور یہ کہتے ہوئے فرشتہ نے فاتح اعظم کی روح اسی طرح قبض کر لی جس طرح غریبوں کی روح قبض کی جاتی ہے۔ سکندر اعظم کا بے روح جسم سامنے پڑا ہوا تھا۔ اُسے سپرد خاک کرنے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ یہ وہی جسم تھا۔ جس نے مشرق اور مغرب کی حکومت کا تختہ الٹ کر رکھ دیا تھا۔ لیکن آج خاک کے ڈھیر سے زیادہ اسے اہمیت حاصل نہ تھی۔ سکندر اعظم کی لاش سپرد خاک کر دی گئی۔ زمانہ گذر گیا اور لوگوں کو یہ بھی یاد نہ رہا کہ اس خاک کے نیچے کون دفن ہے۔ لوگ اس کی [illegible] سے گذر جاتے ہیں اور اس سکندر اعظم کی طرف آنکھ اٹھا کے

کی بھی ضرورت نہیں سمجھتے۔ جس کی نگاہ اکرم کا کل مشاہدہ منتہا یہ ہے انسان کے عروج کا انجام اور یہ ہے دنیوی عظمت کی حقیقت کی دلفریب داستان۔ انسان آنکھیں کھول اور ان مثالوں سے کچھ عبرت حاصل کر۔

اطمینانِ قلب

میں نے ایک مفلوک الحال شخص کو دیکھا کہ وہ سالہا سال فلاکت اور ادبار کی زندگی گذارنے کے بعد یکایک دولت مند ہو گیا اور اس کے جسم کے چیتھڑے قیمتی لباس میں تبدیل ہو گئے اور اس کا شکستہ مکان ایک چھوٹے سے محل میں بدل گیا بہت کچھ ہو گیا۔ لیکن اس کے دل کی بے اطمینانی میں کسی کمی کے ہونے کی بجائے اور زیادہ اضافہ ہو گیا۔ جب وہ غریب تھا تو یہ سمجھتا تھا کہ دل کا سکون دولت میں پوشیدہ ہے لیکن دولت مند ہونے کے بعد اسے معلوم ہوا کہ سکونِ قلب جس چیز کا نام ہے وہ دولتمندی اور غریبی سے بالکل جدا چیز ہے۔ وہ مدتوں سکون قلب کی تلاش میں رہا اور آخر اسے معلوم ہو گیا کہ سکون قلب نہ غریبی میں ہے اور نہ امیری میں ہے بلکہ عبودیت کے اس سجدہ میں ہے جو انسان اپنے پروردگار کے سامنے کیا کرتا ہے اس راز کے منکشف ہونے کے بعد اس کی زندگی پھر سادگی میں بدل گئی اور اس کی دولت غریبوں کے لئے وقف ہو گئی۔ اب اُسے سکون تھا۔ اطمینان تھا اور یکسوئی تھی۔

مسلمانوں کا قائد کون ہو

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے تحریر فرمایا ہے کہ مسلمان کا قائد ایسے شخص کو بنایا جائے جو عبادات اور تقرب الٰہی میں عوام سے افضل ہو۔ دلیر، صاحب الرائے۔ فقیہ اور فقال ہو۔ تن آسان نہ ہو۔ صاحب مروت ہو، کبائر سے مجتنب ہو، صغائر پر مصر نہ ہو۔ اور سیاسیات میں مہارت تامہ رکھتا ہو۔"

لیکن ہم افسوس کے ساتھ دیکھتے ہیں کہ آج نہ صرف سیاسی بلکہ تعلیمی اور مذہبی اداروں میں انہی کا انتخاب عمل میں آتا ہے۔ جو صاحب دولت اور ثروت ہوتے ہیں یا حکومت میں با اقتدار یا وی اثر ہوتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قوم کا حقیقی درد رکھنے والے اور خلوص دل کے ساتھ قومی کاموں میں اپنی زندگی صرف کرنے والے مسلمان کس پرسی کی حالت میں ہوتے ہیں۔ ان کی بات کو نہ تو کوئی سننا پسند کرتا ہے اور نہ ان کا کوئی اثر ہوتا ہے اس وجہ سے قوم میں قحط الرجال ہے اور تمام قومی کام برباد ہو رہے ہیں۔

کامیابی خارج از علت سے ناکامی بھلی
لطف دشمن سے جو شہرت ہو تو گم نامی بھلی
بیوفا سمجھیں تمہیں اہل حرم اس سے نہ چوک
دہر والے کج ادا کہدیں تو یہ بدنامی بھلی

دُنیا کیا کہتی ہے ؟

انتظام قاضی الیاس احمد صاحب بچوں کا بک ڈپو۔ اردو مخصوص !

تصویر وار۔ ہفتہ وار۔ اتحاد

ہفتہ وار "اتحاد" گوالیار دو کا اخبار۔ ایڈیٹر: علی ہلال ! یعنی ایک مسلمان بی بی کا لال۔ مقام اشاعت :۔ ایک مرہٹہ ہندو ریاست گوالیار۔ یہی تین باتیں اتنی اہم ہیں کہ اس اخبار کی دوسری باتیں بتانے کی حاجت نہیں۔

مولوی علی ہلال صاحب محترم سادگی اور پاکیزگی کا نمونہ ہیں گاڑھے کا سستا اور مختصر لباس مگر خوب اُجلا اُجلا ! دیکھے سے جی للچاتا ہے کہ یہی بانا خود اختیار کر لیں۔ بظاہر مسکین سے مگر باتیں بڑے پتے کی کرتے ہیں دینی مسائل۔ صوفیانہ حقائق اور ملکی سیاست میں گہری نظر کے مالک۔ ہر جان مرنج اور خاموش انسان ہیں مگر چھیڑ جائیں تو بے پناہ ! اکثر یہ نقشہ دیکھنے میں آیا کہ سیاسی بوجھ بجھکڑ جمع ہیں تک بے تک کہے جا رہے ہیں۔ اور مولوی صاحب دم بخود بیٹھے اُن کا منہ حیرت سے تک رہے ہیں اس میں کسی کی شامت جو آئی تو انھیں بھی چھیڑ دیا۔ اب کیا پوچھئے۔ مولوی صاحب کے تیوروں کو ! مولوی صاحب کا انداز اس وقت خطابی ہوتا ہے، عالمانہ بھی۔ دکھتی ہوئی رگیں پکڑتے ہیں اور وہ وہ چیز یں سامنے لاتے ہیں جنہیں سن کر بڑے بڑے سُن ہو جاتے ہیں ! کیونکہ واقعات ہوتے ہیں اُن پر کوئی کیا کہے۔

اخبار کی پالیسی اصلاحی اور تعمیری معلوم ہوتی ہے۔ نہ کسی سے جھگڑا نہ ٹنٹا۔ نہ تو تو میں میں ——— رجواڑوں کے بارے میں مفید اور کار آمد معلومات۔ اسی سلسلے میں مولوی صاحب چاہیں تو ریاستی باشندوں کے حقوق اور مطالبات کی نمائندگی بھی کر سکتے ہیں۔ اخبار تو راجا اور پرجا کے بیچ کی ایک کڑی ہوتے ہیں اگر صحافتی دیانت کے ساتھ اخبار والے اپنے فرائض اور منصب کا خیال رکھیں تو یہ طریقہ راعی اور رعایا دونوں کے لئے بہت مفید ہے۔

ترتیب و تہذیب قابل داد اور وہ بھی آج کل کے طباعت و اشاعت کے سلسلے میں بھلے مانسوں کی دنیا تنگ ہو رہی ہے ! جگہ جگہ والیان ریاست، بڑے بڑے ریاستی عہدے داروں اور دوسرے اہل خیر صاحب ثروت بزرگوں کے نو تو غرض شروع سے آخر تک مفید بھی دلچسپ بھی اور خوشنما بھی۔ ہاں بیچ میں اخبار کی پیشانی کے دوسرے بلاک بھی ایک ہی اشاعت میں نہ ٹانکے جائیں تو اچھا ہے یہ آرائش تو کیا مار واڑی پن ہے

ہر شخص اپنی ہی گوں کی چیز ہر جگہ ڈھونڈتا ہے اور وہ جو کہتے ہیں "جس نے ڈھونڈا اس نے پایا" ایسا ہوتا ہو تو غیر معمولی خوشی ہوتی ہے۔ چنانچہ مولوی صاحب کے اخبار میں ایک "عنوان" "نونہال" کے لئے بہت بھایا۔ یہ بہت توجہ محنت اور اعتدال سے لکھنے کی چیز ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ مولوی صاحب موصوف بچوں کے اس کام کا ذاتی تجربہ رکھتے ہیں۔ یہی ایک عنوان مختلف ذیلی عنوانوں کے ساتھ جاری رہے تو ایک بڑی خدمت ہے ——— بس یہ رائے ہے اس ناچیز کی "اتحاد" کے بارے میں۔

از :- از جناب فضل علی صاحب سرور اڈیٹر ہفتہ وار آئینہ اولیاء

باتصویر ہفتہ وار "اتحاد" گوالیار

کتابت و طباعت :- نہایت صاف اور بہت خوبصورت کاغذ گلیز قسم عمدہ۔

شرح چندہ :- سالانہ پانچ روپیہ فی کاپی ۲ر مقام اشاعت گوالیار

مقام طباعت :- دھلی۔

ہفتہ روزہ "اتحاد" گوالیار جناب علی ہلال صاحب کی ادارت میں شائع ہو رہا ہے۔ اس وقت ہمارے سامنے پہلی جلد ۲۴ نمبر مع تبصرہ موجود ہیں "اتحاد" غالباً ریاست گوالیار کا سب سے پہلا ہفت روزہ اخبار ہے اور جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، بغرض اتحاد جاری کیا گیا ہے مضامین تمام تر اتحاد سے متعلق ہیں لیکن گوالیار کی سیاسی جماعت "انجمن اسلام ریاست گوالیار" کا جس نے حکام ریاست کے مظالم کے خلاف تحریک شروع کی ہے اور مسلمانوں کے سیاسی حقوق کا تحفظ چاہتی ہے۔ سخت مخالف ہے ہمیں تعجب ہے کہ گرانی کے اس شدید دور میں جبکہ کاغذ عنقا ہو چکا ہو اور ہندوستان کی صحافت گرانی کے طوفانی تھپیڑوں سے دم توڑ رہی ہے "اتحاد" اسقدر بہتر و برتر طریقہ سے اپنی زندگی سے کیوں مطمئن ہے ہم یقیناً اس زندگی کو شک کی نظروں دیکھتے ہیں اور کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ :-

کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں جناب علی ہلال صاحب مدیر اتحاد سے ہم بخوبی واقف نہیں کیونکہ اس سے پہلے ہم نے کسی جریدہ پر آپکا نام نامی نہیں دیکھا۔ بہرکیف ہمیں یہ خوشی ہے کہ گوالیار جیسی ریاست سے ایک ہفتہ وار اردو جریدہ کا اجراء عمل میں آیا لیکن اس خوشی سے زیادہ وہ رنج ہے کہ اتحاد ایک مسلم جماعت کا مخالف ہے اور حکومت کا بلا وجہ معقول قصیدہ خواں بنا ہوا ہے۔ ریاست گوالیار کے حالات سے اخبار بین طبقہ ناواقف نہیں، بمبئی کے اخبارات بھی عموماً اور عندلیب و آئینہ خصوصاً گوالیار کے متعلق لکھتے رہے ہیں، ایسی حالت میں "اتحاد" کا مسلمانوں کے خلاف آواز بلند کرنا نہ صرف تعجب خیز ہے بلکہ قابل ملامت بھی ہے جبکہ اتحاد اس کا نصب العین ہے۔ "اتحاد" کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کس قدر وافر سرمایہ کے ساتھ اس کا اجراء کیا گیا ہے کیونکہ اندرونی ۸ صفحات میں مضامین ہیں اور بقیہ چار صفحات میں ایک سرورق جس کے بلاک میں ایک طرف مسجد ایک طرف مندر اور درمیان میں گوردوارہ کی تصویر ہے۔ دوسرا صفحہ خود اتحاد ہی کے اشتہاری بلاک سے مزین کیا گیا

اور بقیہ اندرونی دو صفحات بالکل سادہ چھوڑ دیتے گئے ہیں۔ جو ایسا اخبار جس کے پیچھے سرمایہ کی زبردست طاقت نہ ہو اس نقصان کو کبھی برداشت نہیں کر سکتا۔

بہرکیف دیکھنا ہے "اتحاد" کی اتحادی کوششیں کس حد تک کامیاب ہوتی ہیں۔

ملنے کا پتہ منیجر ہفتہ وار "اتحاد" ریاست گوالیار

از:- دامن رائو انند راؤ صاحب دیسائی بی ہے۔ ایل ایل۔ بی ایڈیٹر ہندی اخبار جیاجی پرتاپ لشکر ریاست گوالیار

اتحاد۔ اُردو۔ ہفتہ وار

مولانا علی ہلال صاحب کی اڈیٹری میں اردو کا ہفتہ وار اتحاد گوالیار سے شائع ہوتا ہے۔ اکثر اردو اخباروں کے خلاف اس کی پالیسی ہندو مسلم اتحاد ہے۔ بلکہ اس مقصد کے متعلق لوگوں میں پوری طرح جوش پیدا کرنا اور اشاعت کرنا اور آپس کے میل ملاپ کے خاطر پوری طرح سے کوشش کرنا اتنا ہی نہیں بلکہ ان دونوں قوموں میں سے آپسی جھگڑے اور جو زہریلی باتیں پیدا ہو گئی ہیں ان کو دور کرنا اس اصول کے ساتھ جہاں وہ مسلمانوں کی ترقی کے متعلق روشنی بتاتا ہے۔ وہاں اچھے اچھے مضامین بھی ہوتے ہیں زبان بہت سادہ اور آسان ہوتی ہے۔ بہترین کاغذ اور عمدہ لکھائی چھپائی کے ساتھ شائع ہوتا ہے۔

(ہندی سے ترجمہ)

از:- دیوان شمبھو ناتھ صاحب چوہڑہ۔ اڈیٹر روزانہ۔ سوراجیہ۔

اتحاد گوالیار

یہ ہفت روزہ عمدہ اخبار ریاست گوالیار سے فلس کیپ سائز کے نفیس چکنے کاغذ پر آٹھویں روز شائع ہوتا ہے لکھائی چھپائی تمام اردو جرائد سے خوبصورت اور بڑے بڑے امراء و زرار کی اعانت کی اشاعت میں اس نے تمام جرائد کو مات کر رکھا ہے۔ ہندوستانی ریاستوں کے متعلق بیش بہا مضامین کا یہ ہمیشہ ایک اچھا ذخیرہ پیش ناظرین کرتا ہے اور اس لائق ہے کہ راجہ مہاراجہ نواب و بادشاہوں کے پیش نظر رہے۔ قیمت سالانہ صرف پانچ روپیہ

پتہ:- منیجر اخبار اتحاد گوالیار

از:- سومناتھ صاحب منشی بی۔ اے ایڈیٹر وچار

اتحاد گوالیار

نام تو نہایت ہی موزوں ہے اور ہمیں اس کی کاپی موصول ہوئی ہے۔ پتہ نہیں کہ یہ اس اخبار کی پہلی کاپی ہے یا ہمیں ہی پہلی بار یہ اخبار حاصل کرنے کی عزت حاصل ہوئی ہے یہ مصور ہفتہ وار اخبار نیم اسلامی تبلیغی اخبار دکھائی دیتا ہے بہرحال لکھائی اور چھپائی بہترین اور کاغذ اعلیٰ ہے اور اگر اس کا نصب العین صرف تبلیغ اسلام تک ہی محدود ہے تو مسلمانوں کو اسے ضرور پڑھنا چاہیے قیمت فی پرچہ دو آنے اور سالانہ پانچ روپے ہے۔ سکیپ سائز کے آٹھ صفحوں پر مشتمل ہے۔

پتہ:- ہفتہ وار اتحاد گوالیار

از:- سید شبیر علی صاحب زیدی ایڈیٹر اخبار حکومت

گوالیار کا ہفتہ وار صحیفہ

اتحاد

گوالیار کے موجودہ دور نے جن گوناگوں ترقیوں سے ریاست اور رعایائے ریاست کو مالا مال کیا ہے اس میں صحافت بھی کافی بافیری کا ثبوت دیا ہے۔ درحقیقت عصر جدید میں گوالیار اسٹیٹ اس ضرورت کو بہت پہلے محسوس کر چکی تھی لیکن جناب علی ہلال صاحب ایڈیٹر اتحاد کی ذات نے اس جدوجہد کو عملی جامہ پہنا کر گوالیار کی اس کمی کو پورا کر دیا ہے یہ پودا اپنی زندگی کے تیسرے سال میں ہے اور اس نے اس قلیل مدت میں جس تیزگامی سے کام لیا ہے وہ اخبار کو دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے۔

اتحاد بالتصویر ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی تمام ظاہری و باطنی خوبیوں سے آراستہ و پیراستہ ہے مضامین کی ترتیب، نظم و نثر کی خوبی آئندہ ترقیات مزید کی ضامن ہے۔

اتحاد ریاست گوالیار کی ضروریات صحافت کو پورا کرنے کے علاوہ ملک کی دیگر دیسی ریاستوں پر قلم اٹھاتا ہے، نیز ہندوستان کے موجودہ مسائل پر بے لاگ اور آزادانہ و کارآمد تبصرے اس کی اہم خصوصیات میں شامل ہیں۔

اس وقت ہمارے سامنے یکم اور ۸ اگست کا اتحاد موجود ہے جس کو دیکھ کر ہم نہایت آزادی سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ پودا آگے چل کر ایک بہت سایہ دار درخت ثابت ہوگا جس کی چھاؤں میں ملک کے بیشتر حلقے اور اکثر تشنہ کام اپنی اپنی دشواریٔ حیات حل کریں گے سائز ۱۷×۲۲ سرورق رنگین۔ کتابت و طباعت دیدہ زیب قیمت سالانہ صرف پانچ روپیہ ۲ر فی پرچہ ۲ر ضخامت آٹھ صفحہ

پتہ:- دفتر اخبار ہفتہ وار اتحاد گوالیار اسٹیٹ

از جناب عزیز صاحب کاشمیری ایڈیٹر روشنی

اتحاد گوالیار

چندہ سالانہ پانچ روپے یہ اخبار مولانا سید علی ہلال صاحب کی ادارت میں شائع ہوتا ہے اس میں مذہبی اصلاحی اور تاریخی مضامین کے علاوہ ہندوستانی ریاستوں سے متعلق بہت ساری خبریں ہوتی ہیں۔ اخبار کی شان اچھی ہے اور چکنے کاغذ پر چھپتا ہے۔

ہمت بلند

اے قوم کر کے جرأت و ہمت قدم اٹھا
کیوں رہ گئی ہے بیٹھ کے منزل کے سامنے
کچھ زرق برق چیزیں ہیں کچھ زر کے زیور ہیں
سب زندگی ہے دیدۂ باطل کے سامنے
دعوی تھا دشمنی کا نہیں بزم قوم میں
دشمن سے بیٹھے ہیں وہ علی کے سامنے
اہل ہمت کو بھی جانتے ہیں بزدل کے سامنے
اور کنکری بھی کوہ ہے بزدل کے سامنے

سلطنت حیدرآباد دکن

مساعیٔ جنگ میں حیدرآباد کا حصہ

ہندوستانی سپہ سالار جنرل سر کلاڈ آکن لک کے گزشتہ دورۂ حیدرآباد کے موقع پر ان کے اعزاز میں ہز اکسیلنسی نواب صاحب چھتاری صدر اعظم بہادر ریاست حکومت سرکار عالی کی جانب سے شاہ منزل میں ایک عشائیہ ترتیب دیا گیا تھا ہز اکسیلنسی نواب صاحب چھتاری نے جنرل سر کلاڈ آکن لک کا جام صحت تجویز کرتے ہوئے فرمایا اعلیحضرت شہریار دکن نے موجودہ لڑائی کو ہمیشہ اپنی ہی لڑائی تصور فرمایا ہے اور اس بات میں حکومت اور عوام اپنے بادشاہ کے ساتھ ہیں۔ ہز اکسیلنسی شہزادہ برار سپہ سالار عساکر آصفی نے اپنی شرکت سے اس جلسہ کو مفتخر فرمایا۔

ہز اکسیلنسی سر صدر اعظم بہادر نے مختصر طور پر حیدرآباد کی مساعی جنگ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہندوستان کی سب سے بڑی دیسی ریاست نے اپنی تمام قوتوں کو لڑائی جیتنے کے کاموں میں لگا دیا ہے۔ سر کلاڈ آکن لک نے اس زبردست امداد کو تسلیم کیا جو ہز اگزالٹڈ ہائینس ان کی حکومت اور رعایا نے لڑائی کے کاموں میں دی ہے۔

ہز اکسیلنسی جنرل سر کلاڈ آکن لک کا ہندوستانی سپہ سالار اعظم کی حیثیت سے ریاست حیدرآباد کا یہ پہلا سرکاری دورہ تھا۔ اس موقع پر ان کا پرخلوص استقبال کرتے ہوئے ہز اکسیلنسی سر صدر اعظم بہادر نے فرمایا کہ ریاست حیدرآباد نے اپنے تمام انسانی مادی اور رقمی وسائل و ذرائع اور اپنی تمام طاقتوں کو لڑائی جیتنے کے لئے وقف کر دیا ہے نواب صاحب نے فرمایا کہ وہ اس خصوص میں ان الفاظ کو جو حضرت اقدس و اعلیٰ نے لڑائی کے متعلق اپنے نظریہ کے بارہ میں خود ارشاد فرمائے ہیں دہرانے سے زیادہ بہتر کچھ اور نہیں کہہ سکتے ہیں۔

"جنگ نے مادی دولت کی وسیع تباہ کاریوں سے تمام ملکوں ریاستوں کی معاشی بنیادوں کو ہلا دیا ہے۔ اور لڑائی کے بعد ہمیں اپنی معاشی خوش حالی دوبارہ قائم کرنا ایک طویل اور وقت طلب کام ہوگا۔ اس کام کا نقشہ ہمیں ابھی سے زیادہ سے زیادہ دور اندیشی اور توجہ کے ساتھ بنانا ہے۔ اور اس میں ہمیں اپنی تمام قوتیں اور وسائل و ذرائع صرف کرنا ہیں۔

ہماری خوشحالی کی دوبارہ تعمیر فتح ہی کی صورت میں ممکن ہے اس لئے کہ شکست کا مطلب ہماری کامل تباہی ہوگا۔ اس لئے موجودہ لڑائی ہمارے لئے بقا کی ایک کشمکش ہے اور اپنے آپ کو باقی رکھنے کے لئے ہمیں فتح حاصل کرنا لازمی ہے لہٰذا اپنے اسلاف کی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے میں نے انگریزی حکومت کے یار و وفادار کی حیثیت سے مساعی جنگ میں ہر ممکنہ حصہ لیا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ فتح جس کا ہمیں ہمیشہ سے کامل یقین تھا آخر کار اتحادی فوجوں کو نصیب ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ ریاست حیدرآباد کی جنگی کوششوں کے متعلق نواب صاحب نے فرمایا کہ ان کا تفصیلی بیان ان کے لئے ناممکن ہے۔

فوجی کاموں میں ہمارے پانچ دستے ممالک محروسہ کے باہر فوجی خدمات انجام دے رہے ہیں اور ہم نے مزید ایک دستے کا وعدہ کیا ہے اس کے علاوہ حیدرآباد نے شاہی ہوائی طاقت کے لئے لڑنے والی ہوائی جہازوں کے دو اور بمبار ہوائی جہازوں کا ایک دستہ مہیا کیا ہے حیدرآباد کی جانب سے شاہی سمندری بیڑے کو ایک ہاسپٹل گیر کشتی اور ایک جنگی کشتی دی گئی ہے۔ رقمی امداد میں حکومت ہند کے مسکات اور قرضوں میں اڑتیس کروڑ پچاس لاکھ روپے لگائے گئے ہیں عوام نے اس سلسلہ میں باون لاکھ روپے کا چندہ دیا ہے۔ اس کے علاوہ حکومت سرکار عالی نے لڑائی کے شروع سے اب تک جنگی اخراجات میں جو ماہانہ رقمیں دی ہیں ان کی مجموعی مقدار تین لاکھ پچاس ہزار روپے تک پہونچتی ہے بالواسطہ چندوں کی مقدار اناسی لاکھ روپے سے زیادہ ہے۔

حضرت اقدس و اعلیٰ نے اپنی جیب خاص سے جو فیاضانہ عطیے مرحمت فرمائے ہیں صرف ان کی مجموعی مقدار ہی چودہ لاکھ روپے ہے ریاست کی صنعتی کوششیں اور اس خصوص میں نظام اسٹیٹ ریلوے کے کام جنگی مساعی میں ایک بلند درجہ رکھتے ہیں ان تمام مساعی کے ساتھ یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ یہ تمام کام ان مجموعی کوششوں سے جو برطانوی سلطنت اور اتحادی قومیں لڑائی جیتنے کے لئے کر رہی ہیں۔ قطرہ اور سمندر کی نسبت رکھتے ہیں۔ لیکن اتحادی قوموں کی جنگی کوششوں کا یہ سمندر انہی قطروں سے بنا ہے

ہز اکسیلنسی نے آخر میں کہا اعلیحضرت شہریار دکن نے موجودہ لڑائی کو ہمیشہ اپنی ہی لڑائی تصور فرمایا ہے اور اس میں حکومت اور عوام اپنے بادشاہ کے ساتھ ہیں ان تعلقات کی اہمیت دوستی کے ان بندھنوں کی بنا پر جو تقریباً دو سو برس سے قائم ہیں اور جو آج بھی اتنے ہی مضبوط اور مؤثر ہیں جتنے ہی موقت سے قطعے روپے پیسے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ یہ تعلقات ہر حالت میں مضبوط رہے اور امید ہے کہ آئندہ چل کر یہ تعلقات اور زیادہ مضبوط ہو جائیں گے اور ان سے ایک دوسرے کو اور مدد ملے گی۔

جام صحت کی تجویز کا جواب دیتے ہوئے ہز اکسیلنسی سر کلاڈ آکن لک نے ان کوششوں کو بہت سراہا جو حیدرآباد نے اتحادی مساعی جنگ کے لئے کی ہیں۔ انھوں نے کہا اگر میں وہ تمام باتیں بیان کروں جو ہز اگزالٹڈ ہائینس اور ان کی ریاست نے جنگی کوششوں میں مدد دینے کے لئے کی ہیں تو اس میں مجھے بہت وقت صرف کرنا ہوگا۔ لیکن ہندوستان کے سپہ سالار اعظم اور حکومت ہند کے جنگی رکن کی حیثیت سے میں آپ کو یقین دلا سکتا ہوں کہ میں ان تمام چیزوں سے بہت اچھی طرح سے واقف ہوں جو ریاست حیدرآباد نے جنگی کوششوں میں مدد دینے کے لئے کی ہیں۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ ہز اگزالٹڈ ہائینس نے کتنے دستے مجھے فوجی خدمات انجام دینے کے لئے دیئے ہیں۔ ان میں فوجی دستوں کے علاوہ سمندری اور ہوائی دستے بھی ہیں۔ میں آپ کو یقین دلا سکتا ہوں کہ ان دستوں کے بغیر ہمیں اپنا کام چلانا مشکل ہوتا۔ یہ دستے جنگی کوششوں میں ایک نہایت اہم حصہ لے رہے ہیں اور مجھے امید ہے کہ وہ اپنی یہ سرگرمیاں برابر جاری رکھیں گے۔

فوجی اور ہوائی دستے اور سمندری بیڑے کے لئے جہاز فراہم کرنے کے علاوہ ریاست نے اور بہت سی صورتوں میں بھی اتحادی مساعی جنگ میں مدد دی ہے۔ میں یہاں صرف ایک ایسی مثال بیان کروں گا جو فوج سے خاص طور پر متعلق ہے۔ یہ موٹر ڈرائیوروں اور مکینکوں کا اسکول ہے۔ جو حیدرآباد میں قائم ہوا ہے۔ اور جس نے اب تک میرے خیال میں اتحادی فوجوں کے لئے پانچ ہزار ڈرائیور تیار کئے ہیں۔ اس کے علاوہ ہم ہوائی میدانوں ہوابازوں کی تربیت اور دوسرے کاموں کو بھی نہیں بھول سکتے ہیں۔ یہ سب کام اس صنعتی کوشش کے علاوہ ہیں جو بجائے خود بڑی زبردست ہے۔ اور بہت سے دوسرے کام اس کے علاوہ ہیں۔ جن کے ذریعہ حیدرآباد نے اتحادی جنگی کوششوں میں مدد دی ہے

مسٹر ایس۔ ٹی۔ ہالنس سی۔ آئی۔ ای۔ آئی۔ پی (ریٹائرڈ) پولس ایڈوائزر مالوہ اسٹیٹس نے

دھار اسٹیٹ پولس کے انتظام کو پسند فرمایا

ریاست دھار کا محکمہ پولیس براہ راست دیوان صاحب کے ماتحت ہے۔ مسٹر سامن انسپکٹر جنرل پولس ہیں اور رائے صاحب پنڈت ناتھا رام ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولس ہیں۔

تھانیدار۔ انسپکٹر۔ سرکل انسپکٹر پریسیڈنگ انسپکٹر۔ ہیڈ کانسٹیبل اور کانسٹیبل وغیرہ سب کے سب تعلیمیافتہ اور ٹریننگ شدہ ہیں۔ ہر سال مختلف ٹریننگ اسکولوں میں محکمہ پولس کی جانب سے ملازمین کو ٹریننگ کے لئے باہر بھیجا جاتا ہے۔ اور مقامی طریقہ پر بھی تعلیم کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔ تمام پولس اسٹیشن چوکیاں بہت عمدہ بنی ہیں۔ پولس لائن بھی بہت کشادہ اور آرام دہ بنائی گئی ہے جس میں پریڈ گراؤنڈ کھیلنے کا میدان۔ اور رہائش کا معقول انتظام ہے۔

چونکہ پولس کا انتظام اچھا ہے۔ اس لئے چوری۔ اور ڈکیتی وغیرہ کی وارداتیں بھی بہت کم ہوتی ہیں۔ آفیسران اپنے کار منصبی کو پوری دیانتداری اور محنت سے انجام دیتے ہیں اس لئے ہر معاملہ کی فوراً تفتیش اور تحقیقات ہوتی ہے۔

ریاست دھار کی پولس کے اور برٹش انڈیا کی پولس سے اور آس پاس کی ریاستوں کی پولس سے بھی تعلقات اچھے ہیں۔ ہر سال پولس کانفرنس ہوتی رہتی ہے جس سے ملازمین محکمہ پولس کو معقول فائدہ پہنچتا ہے۔

مسٹر ہالنس صاحب بہادر پولس ایڈوائزر نے اس کانفرنس میں شرکت فرما کر دھار اسٹیٹ پولس کے انتظام کے متعلق اظہار خوشنودی فرمایا۔

سپرنٹنڈنٹ صاحب کی صلح کل اور اعلیٰ انتظامی قابلیت کا نتیجہ ہے کہ ہندو مسلمانوں کے تعلقات بہت خوشگوار ہیں۔ یہاں تک کہ کچھ مقدمات ایک عرصہ سے چل رہے تھے ان سب کا اب آپس میں باہمی تصفیہ ہوگیا ہے۔

موجودہ جنگ میں امداد

ریاست اپنی بہترین کوشش کر رہی ہے۔ جنگی تدابیر کو ترقی دینے کی اور زیادہ سے زیادہ آدمی اور روپیہ اور اسباب دے رہی ہے۔ لڑائی کے شروع ہوتے ہی سرکار نے جنگ کے لئے اپنی خود کی خدمات پیش کیں اور تمام وہ ذرائع جو مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔ اور مبلغ پچاس ہزار روپیہ دیا۔ سنہ ۱۹۴۱ء میں علاوہ اس فیاضانہ عطیہ کے جو سرکار نے اپنی جیب خاص سے مبلغ پینسٹھ ہزار روپے دیئے۔ دربار نے اڑسٹھ ہزار روپیہ ڈیفنس بونڈ میں دیئے۔ علاوہ ازیں افسران و رعایا سے مبلغ ایک ہزار ہا پچھور روپیہ جمع کیا گیا اور گورنمنٹ کو اخراجات وار فنڈ ریڈ کراس اور فنڈوں کو پیش کیا۔ مبلغ پچیس ہزار روپیہ کی اور رقم دربار نے دی۔ بلاسودی قرضہ میں اور رعایا نے مبلغ دس ہزار کے ڈیفنس سرٹیفکیٹ خریدے۔ دربار کے عطیات میں سے مبلغ ساٹھ ہزار کا ایک ہیڑا چھ مسلح فوجوں کو پہنچانے والا خریدا گیا جو کہ بیس وسط مشرق (عراق اور ایران) میں کام دے رہا ہے۔

سرکار اور ریاست کا عطیہ وار فنڈ اور ایر ریڈ فنڈ میں ایک لاکھ پندرہ ہزار۔ افسران اور رعایا کے عطیات وار فنڈ ریڈ کراس وغیرہ کے فنڈ میں پندرہ ہزار چھ سو تینتالیس روپے۔

ریاست سے خرید کئے ڈیفنس بونڈ۔ بلاسودی پچیس ہزار روپیہ۔ سودی۔ اڑسٹھ ہزار روپیہ۔ افسران اور ریاست کے خرید کئے ہوئے ڈیفنس بونڈ۔ بلاسودی۔ پانچ ہزار روپیہ سودی۔ گیارہ ہزار چھتیس روپے۔

زیادہ غلہ پیدا کرنے کی تدابیر شد و مد کے ساتھ زیر عمل ہیں اور زراعتی محکمہ نیز محکمہ مال کی طرف سے تمام ریاست میں پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے۔ قحط نسل مویشیان کی بھی اسکیم ریاست میں جاری کر دی گئی ہے۔

ماءاللحم دواتشہ کا کرشمہ

جسم میں فوجیوں کی سی طاقت

زہ لوگ جو ذرا سی ہوا میں بھی نکلتے ہوئے ڈرتے تھے ہمدرد کے ماءاللحم دواتشہ کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ ان میں فوجیوں کی سی ہمت اور طاقت پیدا ہو گئی ہے۔ ہندوستان میں ہر سال لاکھوں کم زور اور دق اس کے ذریعہ نئی طاقت حاصل کر لیتے ہیں۔ یہ لطیف مرکب ملتے ہی خون بن جاتا ہے۔ تازہ ذاکیات، مقوی میوہ جات، صحت بخش غذاؤں اور قیمتی دواؤں سے دوا سازی کے جدید سائنٹفک آلات کے ذریعہ تیار کیا جاتا ہے۔ خون کی کمی کو دور کر کے بکثرت خون پیدا کرتا ہے، پٹھوں کو قوت پہنچاتا ہے، جگر اور معدے کو ہر کم زوری کے لئے اکسیر ہے ہر قسم کی نقاہت کو دور کرتا ہے۔ ہزاروں اطبا اپنے مریضوں کے لئے ماءاللحم کو تجویز کرتے ہیں۔

قیمت فی بوتل پانچ روپے، نمونہ کی بوتل (شیشی) ایک روپیہ چار آنے (علاوہ محصول)

ملنے کا پتہ ہمدرد دواخانہ۔ لال کنواں دہلی

راسپوٹین

مذہب کے نام پر انسانیت سوز افعال کا ارتکاب کرنے والوں میں راسپوٹین بھی ہے جس کے متعلق حکومت روس کی اطلاعات پر مشتمل ایک کتاب ان لوگوں کے ہاتھ پڑی ہے جو راسپوٹین کے ساتھ رہے۔ لیکن بعد میں اپنے گناہوں کا اعتراف کیا۔ اس مختصر تعارف میں ایک فیوڈور راجسکی ہے۔ یہ ۱۹۱۷ء سے قبل کورو پاٹکن" وزیر حرب کے پاس سیکریٹری رہا۔ پھر راسپوٹین کا پرائیویٹ سیکریٹری بنایا گیا۔ فیوڈور لکھتا ہے کہ سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ دنیا میں ایسے عقل کے اندھوں کی کمی نہیں۔ جو کسی شخص کو محض اس بنا پر کہ وہ لمبی ڈاڑھی رکھتا ہے۔ اپنے چہرہ کو نورانی بنا کر اس میں جلوہ افروز ہوتا ہے دعا کرتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھتا ہے اور لمبے سے حلقہ مریدین پر نظر ڈالتا ہے۔ مقدس سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ راسپوٹین کو بہت بڑا فائدہ اپنی ظاہری شکل و شباہت سے پہنچا تھا۔ یہ شخص حقیقت میں شیطان تھا۔ مگر نامنہاد تقدس کی وجہ اس کی لمبی ڈاڑھی، بڑی بڑی آنکھوں اور چوڑی پیشانی کو دیکھے اور متاثر ہوکر اسے ولی نہ سمجھنے لگے۔ اس کی آنکھوں میں جادو تھا ——— ایسا جادو۔ کہ جسے ایک بار دیکھ لیتا مسحور کر لیتا۔"

راسپوٹین اپنی ابتدائی عمر سے ہی ایک غیر شریفانہ زندگی بسر کرتا تھا ایک مرتبہ ایک گھوڑا چرانے کی پاداش میں وہ کئی سال جیل میں رہا اس کے بعد اس نے علم تسخیر کے ذریعہ اپنی ولایت اور خلافت کا ایسا ڈھونگ رچایا کہ روس کی عظیم ترین طاقت بن گیا۔ اس کا زیادہ اثر عورتوں پر ہوتا تھا۔ اس نے ایک باطنی مذہب کی بنیاد رکھی جس کی ترویج کی خاطر اس نے عورتوں کی تنظیم کی ——— اور "لجنہ اخوات" بنائی۔ فیوڈور کا کام "خلیفۃ المسیح" راسپوٹین کی ڈاک کھولنا اور اس کے حکم سے جواب لکھنے کے علاوہ "لجنہ اخوت" کے سلسلہ وار حلقوں کا انتظام بھی اسی کے سپرد تھا۔ جہاں خلیفۃ المسیح تمام ممبر خواتین میں اپنے جذباتی مذہب کا درس دیتے تھے۔

عورتوں کو "لجنہ" کی ممبر بننے کے لئے بہت کڑی شرطیں تھیں۔ مثلاً یہ کہ عورت مالدار ہو، حسین ہو وغیرہ۔ لیکن فیوڈور کہتا ہے کہ مالدار ہونا اولین شرط تھی۔" باطنی مذہب کی تعلیم دینے سے پیشتر عورت کو راسپوٹین کی عظمت و کرامات کا قائل کرایا جاتا تھا۔ پھر اس سے بیعت لی جاتی تھی۔ عورت کو اقرار کرنا پڑتا تھا کہ وہ اس باطنی اور جذباتی مذہب کی تفصیل کو اپنے والدین، بچوں اور خاوند سے پوشیدہ رکھے گی۔ اقرار کے بعد راسپوٹین اس طرح وعظ کیا کرتا تھا۔

"مجھے خدا نے اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا ہے۔ میں روس کا حقیقی محافظ ہوں میں تمہیں نجات کی صحیح راہ بتانے آیا ہوں۔ خوب یاد رکھو نجات نتیجہ ہے توبہ کا۔ اور توبہ بغیر گناہ کے حاصل نہیں ہوتی۔ پس نجات سے پیشتر گناہ کرنا ضروری ہے آؤ سب گناہ کریں۔ تاکہ خدا کی رحمت کے وارث بنیں۔ لیکن اگر میرے ساتھ گناہ کرو تو تمہاری نجات قطعی و یقینی ہے۔ کیونکہ میں روح مقدس سے معمور ہوں"

فیوڈور حیران ہوتا تھا کہ وہ شخص جو کسی وقت چوری کے شنیع جرم میں سزا پا چکا ہے۔ کس طرح روس کی بہترین امیر خواتین اس پر وہ سب کچھ تھی کہ عظیم ترین نسوانی جوہر قربان کر گئی ہیں۔"

راسپوٹین بہت سے کرامات دکھاتا تھا۔ گمراہان میں سے بعض تو اس کی "توجہ" کا نتیجہ ہوتے تھے۔ اور بعض اس کے جاسوسوں دوستوں کی کوشش کا اثر۔

ایک دن وزیر حرب راسپوٹین کے پاس آیا اور دیر تک کچھ اس سے خفیہ گفتگو کرنے کے بعد باہر نکلکر فیوڈور سے مخاطب ہوا۔

"حضرت اقدس کو زارینہ سے ملاقات کرنا ہے۔ مگر حضور کا زارینہ کے پاس جانا درست نہیں۔ یہ زارینہ کا فرض ہونا چاہیئے کہ وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہو یا حضور کو بلائے۔ اس لئے اس پر اثر ڈالنا ضروری ہے۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ زارینہ آئندہ جمعہ کو "قبر مریم" کی زیارت کے لئے جا رہی ہے۔ حضرت اقدس ایک اجنبی راہب کی حیثیت سے وہاں پہنچیں گے۔ اور اسے ایک نگاہ سے دیکھیں گے۔ بس اسی قدر کافی ہوگا ———"

راسپوٹین کو یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ زارینہ "قبر مریم" پر اسلئے جا رہی ہے کہ اپنے لئے ایک بیٹے کی درخواست کرے۔ راسپوٹین فیوڈور کو ساتھ لیکر پہلے ہی وہاں پہنچا۔ اور جونہی زارینہ کی گاڑی گرجے کے قریب ہوئی۔ راسپوٹین قبر مریم کے سامنے گھٹنے ٹیک کر اس طرح دعا مانگنے لگا۔

"اے خداوندا ——— زار کے گھر ایک بچہ عطا فرما جو اس کے تخت و تاج کا وارث اور روس کا محافظ ہو۔ اے خداوند یہ دعا صرف میری نہیں بلکہ تمام روسیوں کی قلبی کیفیت کی ترجمانی ہے۔"

زارینہ اور اس کی بچولی دونوں برقعہ پوش گرجے میں داخل ہوئیں جب انہوں نے ایک راہب صورت "مقدس" انسان کو یہ دعا کرتے دیکھا تو حیرت زدہ ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔ اور خود بھی اس کے پیچھے گھٹنے ٹیک کر دعا میں مصروف ہوگئیں۔ دس منٹ تک راسپوٹین دعا کرتا رہا۔ اس کے بعد جب زارینہ اور اس کی سہیلہ چہرہ سے برقعہ اٹھا کر محو دعا تھیں۔ راسپوٹین نے اپنی مقناطیسی نظر زارینہ کے چہرہ پر ڈالی اور باہر چلا گیا۔ اب زارینہ دن رات اس شخص کا ذکر کرتی تھی۔ راسپوٹین کو محل میں لایا گیا۔ زارینہ نے اس کی بیحد عزت کی، راسپوٹین نے اس کو بشارت دی کہ اب تمہارے گھر لڑکا پیدا ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور زار و زارینہ دونوں راسپوٹین کو دنیا کی "بزرگ ترین ہستی" تصور کرنے لگے۔ ۱۹۱۵ء میں اسے قصر زار میں ایک اعلیٰ جگہ عنایت کی گئی اور تمام روس میں اس کا اس قدر اقتدار ہو گیا کہ اس کے الفاظ قانون تھے۔ خود زار بھی اپنی دنیوی و اخروی نجات راسپوٹین کی اطاعت میں ہی تصور کرتا تھا۔ راسپوٹین کئی مرتبہ مہینوں باہر گزار دیتا۔ اس دوران میں جو خطوط محبت زارینہ راسپوٹین کو لکھتی تھی وہ اپنی اصلی صورت میں طبع شدہ موجود ہیں۔ جنہیں دیکھکر یہ کہنا مشکل ہے کہ آیا یہ کسی مریدنی کی طرف سے ہیں یا وفا شعار بیوی کی طرف سے۔ زارینہ اس باطنی اور جذباتی مذہب کی قائل ہی نہ تھی بلکہ اس پر عامل بھی تھی۔

زار کے خلاف ایک بڑی سازش کھڑی ہو چکی تھی۔ خود وزراء میں بھی وہ لوگ تھے جو جرمنی سے ملے ہوئے تھے۔ راسپوٹین حکومت زار کا تختہ الٹنا چاہتا تھا۔ ان کی خفیہ پولیس تمام حکومت کے راز معلوم کر کے انہیں بتاتی تھی۔ راسپوٹین کے تمام مرید صرف انقلابی ہی نہ تھے بلکہ اپنے مقدس پیر کے ساتھ ملکر بدترین افعال کے مرتکب بھی ہوتے تھے۔ راسپوٹین نے زار اور زارینہ کے ساتھ ملکر وہ کام کئے کہ زار کی سلطنت بالآخر چراغ سحری کی طرح ٹمٹما کر بجھ گئی۔

"لجنہ اخوت" میں بعض غیر تمند خواتین نے کئی دفعہ راسپوٹین کے خلاف پروپیگنڈہ بھی کیا۔ مگر وہ خفیہ طور پر ایسے مخالفین کو قتل کروا دیتا تھا۔ آخر کار وہ خود بھی قتل ہوا۔ فیوڈور کہتا ہے کہ ایسا محیر العقول خبیث انسان تاریخ میں کبھی ظاہر نہ ہوا ہوگا۔ (روشنی)

اسلامی کتابیں

ملنے کا پتہ:- اردو گھر۔ کلاں محل دہلی

نونہال

بڑھیا اور حکیم

ایک بڑھیا کی آنکھیں اس قدر کمزور ہو گئیں کہ اسے کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ چنانچہ اس نے ایک حکیم کو علاج کے لئے بلایا۔ اور گواہوں کے سامنے اس کے ساتھ یہ قول قرار کیا۔ کہ اگر اس کی آنکھیں اچھی ہو جائیں اور پہلے کی طرح اسے سب کچھ نظر آنے لگے۔ تو وہ اسے کافی روپیہ دیگی۔ لیکن اگر کچھ فائدہ نہ ہو تو وہ ایک پائی کا بھی حقدار نہ ہوگا۔

بات طے ہو گئی اور حکیم نے علاج شروع کر دیا۔ جب کبھی حکیم بڑھیا کی آنکھوں میں دوا ڈالنے آتا۔ ہر دفعہ اس کی کوئی نہ کوئی چیز اٹھا لے جاتا۔ یہاں تک کہ اس نے چوری چھپے بڑھیا کا سارا سامان لے جا کر اپنا گھر بھر لیا۔

جب بڑھیا کے گھر میں کچھ نہ رہا تو حکیم نے اس کی آنکھیں اچھی کر کے علاج بند کر دیا اور وعدے کے مطابق روپیہ طلب کیا۔

جب بڑھیا کو اچھی طرح صحت ہو گئی اور اس نے دیکھا کہ گھر میں کوئی بھی چیز نظر نہیں آتی۔ تو جی میں ٹھان لی کہ اب تو میں حکیم کو ایک پائی بھی نہیں دوں گی۔

حکیم بار بار روپیہ مانگنے لگا۔ لیکن جب بڑھیا برابر انکار کرتی گئی تو اس نے دعویٰ کر دیا اور وہ دونوں عدالت میں حاضر ہوئے۔

بڑھیا نے حاکم کے سامنے یہ بیان دیا یہ شخص اپنے دعوے میں سچا ہے۔ کیونکہ میں نے وعدہ کیا تھا کہ اگر میری نظر درست ہو گئی تو اسے کافی روپیہ دوں گی۔ لیکن اگر میں۔۔۔۔ ویسی ہی اندھی کی اندھی رہی تو ایک پائی بھی نہیں دوں گی۔

اب اس شخص کا بیان ہے کہ میری آنکھیں اچھی ہو کر نظر بالکل ٹھیک ہو گئی ہے لیکن میں اس کے خلاف یقینی طور پر کہتی ہوں کہ میں اب تک اندھی ہوں۔ کیونکہ جب میری نظر جاتی رہی تھی تو میں اپنے گھر میں مختلف چیزیں اور قیمتی سامان دیکھتی تھی۔ مگر اب اگرچہ یہ شخص قسم کھا کر کہتا ہے۔ کہ میری نظر درست ہو گئی ہے۔ تاہم میں ہرگز ہرگز اس بات پر یقین نہیں کر سکتی۔ کیونکہ مجھے گھر میں ایک بھی چیز دکھائی نہیں دیتی۔

کتاب اور مطالعہ

کتاب ہم کو طرح طرح کی باتیں بتلاتی ہے اور گھر بیٹھے ملکوں ملکوں کی سیر کراتی ہے قسم قسم کے فن اور ہنر سکھاتی ہے ہم اگر کسی شخص سے کچھ سیکھنا چاہتے ہیں تو بڑی طرح کی خوشامدیں کرنی پڑتی ہیں اور دھونس کرنا پڑتا ہے لیکن کتاب ہم کو تمام باتیں بے لوث اور بے احسان سکھاتی ہے۔ ہم کو بھی اسی طرح لوگوں سے فائدہ اٹھانا چاہیئے مطالعہ ہی کا نام ہے کہ ہم کتابوں کو توجہ کے ساتھ اچھی اچھی کتابیں پڑھیں اور ان کے ہر لفظ کو اچھی طرح دھیان دے کر دل میں بٹھائیں۔

امّا جب رات کو کہانیاں سناتی ہیں تو بڑا لطف آتا ہے اور ساری کہانی ہم اس طرح دل لگا کر سنتے ہیں کہ ایک ہی مرتبہ سننے سے بالکل یاد ہو جاتی ہیں۔ کتاب بھی اسی طرح پڑھنا چاہیئے۔ ہم کو چاہیئے کہ دنیا میں بڑے ہو کر کام کا آدمی بننے کے لئے ہمیشہ کتاب کی باریکیوں کو سمجھنے کی کوشش کریں اور اس سے سبق حاصل کرتے رہیں۔

کوّے کی چالاکی

کوا سب پرندوں سے چالاک ہوتا ہے۔ اگرچہ اکیلا کوئی کام نہیں کر سکتا تو کائیں کائیں کر کے اپنے بھائی بندوں کو بلا لیتا ہے ایک دفعہ ایک کتا کہیں سے روٹی کا ٹکڑا لے آیا۔ ایک کوّے نے اس سے روٹی چھیننا چاہی لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ تب اس نے دوسرے کو بلایا۔ اور دونوں نے کتے کو چھیڑنا شروع کیا۔ ایک نے اس کی دم کے بال نوچ لئے۔ دوسرے نے کان پر چونچ ماری۔ کتے کو غصہ آ گیا۔ وہ بھوں بھوں کرنے لگا۔ بس روٹی اسکے منہ سے گر پڑی اور کوے اسے لیکر رفو چکر ہو گئے۔

• ایک اور واقعہ سنو! گاؤں کے لوگ ایک درخت کے نیچے سے ہو کر بازار میں چاول بیچنے جایا کرتے تھے۔ ایک دن بہت سے کوّے اس درخت پر جا بیٹھے۔ جب کوئی شخص چاول کی ٹوکری سر پر رکھے وہاں سے گزرتا تو وہ چونچ مار کر کچھ چاول زمین پر بکھیر دیتے اور جب وہ چلا جاتا تو درخت سے اتر کر مزے سے چاول کھاتے۔

جب دوسرا آدمی آتا تو اس کے ساتھ بھی یہی سلوک کرتے۔ اس طرح ہر روز دعوتیں اڑایا کرتے تھے۔

No.
123755
20.3.95

انسان کے اعصاب
سب کو کیسے ہمارے اعصاب کی وجہ سے پتا
ایک
اعصاب
جدید تحقیقات کی روشنی میں تیار کیا گیا ہے
ہمدرد دواخانہ دہلی